اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر: دارالعلوم ۔۴ قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار فون نمبر: رہائش ۔ ۲

جلد نمبر : ۲۰ ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ

شمارہ نمبر : ۶ مارچ ۱۹۸۵ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۴۰/- روپے ۔ فی پرچہ چار روپے

بیرون ملک بحری ڈاک چھ پونڈ ہوائی ڈاک دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ریاست علی بجنوری

حقائق السنن

عالمِ اسلام کے علمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے شہرہ آفاق ماہنامہ دارالعلوم نے اپنے تازہ شمارہ میں ہماری مطبوعہ کتاب حقائق السنن (افادات شیخ الحدیث مدظلہ) کا تعارف اپنے ادارتی صفحات میں بطور اداریہ کیا ہے۔ ہم مدیر دارالعلوم مولانا ریاست علی بجنوری کا تحریر کردہ اداریہ بطور مہمان اداریہ شامل کر رہے ہیں۔

(سمیع الحق)

حامداً ومصلیاً! خداوند قدوس کے فضل وکرم سے پچھلی اور موجودہ صدی میں دارالعلوم دیوبند اور اس کے اہم مشرب اہل علم کے زیر سایہ جو علمی، تحقیقی، سیاسی اور مذہبی خدمات جلیلہ انجام پذیر ہوئیں وہ اس حقیقت کا بین ثبوت ہیں کہ ان ایام کیلئے خداوند ذوالجلال نے اس سرزمین کو علم وفن کا مرکز ثقل بنا دیا ہے۔ اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت عالم اسلام میں جہاں بھی دین کا کوئی چراغ روشن ہے وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی آفتاب کی ضیا پاشیوں کا رہین منت ہے۔

دیگر علوم وفنون کی طرح علم حدیث بھی علماء دیوبند کی جولان گاہ رہا ہے۔ یہیں کے اکابر اور فضلاء کے ذریعہ حدیث شریف سے متعلق سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں۔ ہزاروں شرحیں تیار ہوئیں اور الحمدللہ کہ اسکی رگِ تاک سے دن بدن ہزاروں بادہ ہائے ناخوردہ کی تیاری کا عمل جاری ہے۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

ابھی چند ماہ پہلے "حقائق السنن" کے نام سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے درس ترمذی کے امالی کی جلد اول بڑی آب وتاب اور بڑی عمدہ کتابت وطباعت کے ساتھ اہل علم کے ہاتھوں میں آئی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام مجدہم۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا

سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کے تلامذہ میں اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی بنیاد پر امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہ چکے ہیں۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا پر معقولات کا رنگ غالب تھا اور وہ دارالعلوم کے حلقۂ درس میں ایک نامور معقولی تسلیم کئے جاتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد جب راستے مخدوش ہوگئے تو حضرت موصوف نے اپنی مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا جو مستقبل میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے پاکستان کی ایک مرکزی درس گاہ میں تبدیل ہوگیا۔ وہاں موصوف نے معقولات کی بجائے فقہ وحدیث اور منقولات کو اپنی خدمات کا محور قرار دیا اور دارالعلوم دیوبند کے درسِ حدیث کے طرز و انداز پر اپنی خدمات کا آغاز کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں درسِ حدیث کا ایک خاص اسلوب ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح کوفہ کے محدثین، بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفقہ کی روشنی میں سمجھا ہے بالکل اسی طرح علماء دیوبند نے اقوال رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متقدمین بالخصوص احناف رحمہم اللہ کے اصول استنباط کی روشنی میں سمجھا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کو کسی روایت کے متروک قرار دینے کی ضرورت شاذ ونادر ہی پیش آتی ہے بلکہ یہ غالب احوال میں اس کے لئے ایسا قابلِ قبول محمل تلاش کر لیتے ہیں کہ بے ساختہ ان کے فقہی اور علمی کمال کا اعتراف ناگزیر ہوجاتا ہے۔

محدثین دارالعلوم میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کے دور تک درس میں اختصار اور جامعیت کا رنگ غالب رہا۔ ان اکابر کے اسباق میں دریائے علم میں غواصی اور گہرائیوں سے آبدار موتیوں کو برآمد کر لینے کی سعی کا احساس ہوتا تھا۔ محدث وقت حضرت علامہ انور صاحب کشمیری قدس سرہٗ کے عہد سے اس طرز میں تبدیلی آئی۔ اختصار کی بجائے تفصیل اور بیان مذاہب کے بعد وجوہ ترجیح کی تفصیل میں وہ رنگ پیدا ہوا کہ دارالحدیث، علومِ حدیث کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر یا پاگھرہائے علم برسانے والا ابر گہربار معلوم ہونے لگا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا درسِ حدیث کبھی حضرت شیخ الہند کی غواصی اور

گیرائی وگہرائی کا نمونہ ہوتا اور اکثر تفصیل واطناب میں ابر گہربار و دربابدست کی تصویر نگاہوں میں گھوم جاتی، یادش بخیر فخرالمحدثین حضرت مولانا سید فخرالدین احمد صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ کے عہد مبارک تک درس حدیث کا جاہ وجلال قابل صد رشک رہا اور آج بھی الحمدللہ انہی پیش رو بزرگوں کے خوشہ چینوں کے ذریعہ درس حدیث کی آبرو محفوظ ہے۔

انہی خوشہ چینوں میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کا اسم گرامی بھی ہے۔ جنکے امائی درس "حقائق سنن" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ حضرت موصوف کے امالی اپنے پیش رو بزرگوں کی علمی ژرف نگاہی کا شہکار جمیل ہیں جنہیں مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ مرتب فرمارہے ہیں۔ اور جو مولانا سمیع الحق صاحب کی نگرانی میں مرتب اور طبع کئے جارہے ہیں حضرت موصوف کا درس حدیث ایک ہی فن کے مباحث تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف، نحو۔ بلاغت، فقہ، اصول فقہ، بیان مذاہب، وجوہ ترجیح۔ اسرار وحکم۔ حقائق ومعارف سے بھرپور نکات۔ تاریخ اور متن وسند کے ہر ہر جز کی دلنشین تشریحات پر مشتمل ہے۔ ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ زور فقہ اور اصول فقہ پر صرف کیا گیا ہے۔ پہلے ائمہ اربعہ بلکہ بعض مقامات پر تابعین وتبع تابعین کے عہد کے اکثر مجتہدین کے مذاہب کا بیان ہے۔ نہایت وسعت وکشادہ قلبی کے ساتھ ان کے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ پھر حنفیہ کے مذہب کیلئے وجوہ ترجیح کی تفصیل کی گئی ہے اور دیگر ائمہ کی مستدل احادیث کے بارے میں ایسی لطیف توجیہات پیش کی گئی ہیں جن سے قلب ودماغ منور ہو جاتے ہیں۔ کہیں کہیں احناف کے اصول استنباط کی مدد سے عصری مسائل کا واقعی حکم اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کا ابدی اور آفاقی ہونا ایک امر محسوس معلوم ہونے لگتا ہے جستہ جستہ قرن اول سے لیکر آج تک کے باطل فرقوں کی تردید کا بھی اہتمام کیا گیا ہے ـــــ ان امالی کے آئینہ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب اپنے اکابر کیطرح کسی خاص اقلیم کے فرماں روا نہیں بلکہ مملکت علم وفن کے تاجدار معلوم ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس علماء دیوبند کی جامعیت وعبقریت کے اس امین کو تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

آخر میں مشورے کے طور پر مرتب امالی کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ خصوصی طور پر ان مقامات کو زیادہ منقح کریں جہاں متعدد توجیہات نقل کی گئی ہیں یعنی اس مقام پر یہ بات واضح ہونی چاہیئے صاحب امالی کے نزدیک کونسی توجیہہ راجح ہے جیسے ص۱۱۳ وص۱۱۴ پر امام ترمذی کے "حسن صحیح" کی تعیین مراد میں متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صاحب امالی کس قول کو ترجیح قرار دیتے ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس حضرت موصوف کے افادات کو طالبان علوم کیلئے نفع بخش فرمائے اور مرتب کو اس علمی شاہکار کی تکمیل کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین۔

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ
ضبط و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

اعلیٰ تعلیم یافتہ افسروں سے ایک گفتگو

۲۳ر اپریل ۱۹۸۴ء پاکستان اکیڈمی برائے دیہی ترقی پشاور کا سہ روزہ اسلامی تعلیمات کا پروگرام ، دارالعلوم حقانیہ میں آکر انجام پاتا تھا ۔ چنانچہ ۲۳ر اپریل کو ۱۰ بجے اکیڈمی کے آفیسرز دارالعلوم تشریف لائے ۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی ۔ اکیڈمی کے چیئرمین مقبول حسین صاحب نے ایک ایک کا حضرت سے تعارف کرایا ۔ ایک ایک صاحب حضرت شیخ سے مصافحہ کرتے اور ایک طرف بیٹھتے گئے ۔ جب سارے رفقاء مصافحہ سے فارغ ہو کر آرام سے بیٹھ گئے تو چیئرمین نے عرض کی ۔ ہمارے آفیسرز کی یہ جماعت تین روز تک دارالعلوم آتی رہے گی ۔ اور یہاں کے اکابر اساتذہ کے ساتھ رہ کر ان سے علمی اکتساب اور استفادہ کرتی رہے گی ۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے تمام حاضرین سے نجی گفتگو کے طور پر ارشاد فرمایا کہ :۔

دارالعلوم حقانیہ میں آپ حضرات کی تشریف آوری ہمارے لئے بڑی مسرت اور خوشی کا باعث ہے ۔ آپ سب حضرات بڑے عہدوں اور قومی خدمت کے اہم مناصب پر فائز ہیں ۔ عدیم الفرصتی کے باوجود آپ حضرات جو دینی تعلیمات کی تحصیل کی غرض سے دارالعلوم کے بوریہ نشین اور چٹائیوں پر بیٹھنے والے اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ۔ جب آپ نے اسلامی علوم کی خاطر اس قدر تکلیف اور زحمت برداشت کی تو اللہ پاک کی ذات بھی حد درجہ غیرت مند اور اپنے بندوں پر مہربان ہے ۔ وہ اس کے بدلے دینی و دنیوی ترقیات سے یقیناً نوازیں گے ۔

علم کی خاطر ایک سلطان عالم دین کی بارگاہ میں

آپ نے تاریخ میں ہارون الرشید کا تذکرہ پڑھا ہو گا بہت بڑے خلیفہ اور شاہی جاہ و جلال کے مالک تھے ۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ ان کی آمد ہوئی تو اپنا ایک وزیر امام مالکؒ کی خدمت میں بھیجا ۔ کہ میں آپ سے مؤطا (حدیث کی ایک اہم کتاب ہے) پڑھنا چاہتا ہوں آپ میرے ہاں تشریف لے آئیں ۔ امام مالکؒ نے جواب میں کہلا بھیجا ۔ مجھے ذاتی طور پر شاہی دربار میں حاضر ہونے سے کوئی انکار نہیں ۔ لیکن بات یہ ہے کہ مجھے وہاں میری

ذاتی حیثیت سے نہیں بلکہ عالم دین اور استادِ حدیث کی حیثیت سے بلایا جا رہا ہے۔ علم دین اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جسے امیروں کے دروازوں پر لے جا کر ذلیل نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا میرا وہاں جانا مناسب نہیں۔

ہارون الرشید نے امام مالکؒ کا یہ جواب سنا تو خود چل کر آ گئے۔ اور آپ کی درسگاہ میں آ کر آپ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ امام مالکؒ نے فرمایا۔

مدینہ میں لوگ دین کی عزت کرتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور پورے ادب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ مگر آپ نے اس کی کوئی عزت نہ کی۔ اور نہ ادب کو ملحوظ رکھا۔ تو ہارون الرشید نے کہا، حضور مجھ سے غلطی ہوئی معاف فرماویں۔ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

اس کے بعد امام مالکؒ سے ہارون الرشید نے درخواست کی کہ آپ قرارت حدیث فرماویں اور ہم طلبہ اسے سنیں۔ اور اسی پر اصرار کیا۔ مگر امام مالکؒ نے فرمایا کہ میری درسگاہ میں کافی وقت سے قرارت التلمیذ علی الشیخ جاری ہے۔ میں خود کمزور ہو گیا ہوں پڑھ نہیں سکتا۔ ہارون الرشید نے پھر اپنی درخواست اور مطالبہ دہرایا۔ امام مالکؒ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا یہ بادشاہ ہے ہوتا رہے گا، تم حسب معمول اپنی قرارت جاری رکھو۔ تو جب تک ہارون الرشید کا مدینہ منورہ میں قیام رہا باقاعدہ امام مالکؒ کی درسگاہ میں حاضر ہوتا رہا۔ اور قرارت التلمیذ علی الشیخ جاری رہی۔

فقیر، امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے

آپ بڑے لوگ اور آفیسرز ہیں۔ ہم جیسے مساکین اور فقرار کے ساتھ بیٹھنا یہ آپ کی اپنی نیک فطرتی اور دین پسند مزاجی ہے۔ دینی مدارس کے طلبا اور مدرسین، فقرار ہیں، اللہ نے ان کو اپنے ہاں مقبولیت کا بڑا درجہ دیا ہے۔ ایک روز چند فقرار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقر کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا۔

فقیر، امیروں کی نسبت پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ جب کہ دولت مندوں کو خدا کی بارگاہ میں اپنی دولت کا حساب دیتے ۵۰۰ برس گذر جائیں گے۔

آپ لوگوں کو جو دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ اور خدام سے محبت ہے بمقتضائے حدیث "المرء مع من احب" یہ آپ کی دینداری خدا کے حضور مقبولیت کی علامت ہے۔

جہاد افغانستان ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔ ارشاد فرمایا۔ آج جو رائے ونڈ میں تبلیغی اجتماع کے لئے قافلے روانہ ہو رہے ہیں اور دارالعلوم میں ان کا پڑاؤ ہوتا ہے اس کو دارالعلوم کے لئے نیک فال اور سعادت کا باعث سمجھتا ہوں۔

افغان مجاہدین کا وفد حاضر خدمت ہوا جس میں بیشتر علماء بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے، ان سے

سے معروف گفتگو تھے۔ جہاد بالسیف کی فضیلت اور مسائل افغانستان گفتگو کا موضوع تھا۔ کہ اچانک دو اور مہمان حاضر ہوئے۔ ایک نے دوسرے کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا۔

حضرت! یہ میرا ساتھی ہے ان کا اسم گرامی حمداللہ ہے۔ یہ درس نظامی کا منتہی طالب علم ہے کافی دنوں سے جہاد میں مصروف ہے۔ روسی دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا ہم سمجھے کہ شہید کر دیا ہوگا۔ مگر خدا کا فضل ہے کہ ان کے ہاتھوں سے زندہ بچ نکلا۔ تو ایران چلا گیا پھر وہاں سے اب پاکستان پہنچا۔ ان کی داڑھی جو چھوٹی نظر آتی ہے یہ انہوں نے خود نہیں منڈائی بلکہ روسی دشمن کے سپاہیوں نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے داڑھی جو اسلام کا شعار ہے وہ انہوں نے مونڈ ڈالی۔

شیخ مدنیؒ، لسان شیخ الہندؒ تھے | ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۴ء۔ ارشاد فرمایا

شیخ مدنیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ سے دورہ حدیث پڑھا اس سال آپ کے ساتھ مفتی کفایت اللہ وغیرہ بھی شریک دورہ تھے۔ استاد کے پڑھانے کے بعد آپ طلبہ کی جماعت کو استاد کا پڑھایا ہوا سبق جب دوبارہ دہراتے تھے تو اپنے استاد کی کاپی اور ٹیپ ریکارڈ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو آپ کے ہم جماعت طلبہ اور ہمعصر علماء "لسان شیخ الہند" کہتے تھے۔

اسلامی ریاست کے ملازم مجاہد ہیں | ۷ راگست ۱۹۸۴ء

اینٹی جنس کا ایک افسر دفتر اہتمام میں حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کیا، حضرت آپ سے ملاقات کی غرض، سلام و مصافحہ اور دعا کی درخواست کرنا ہے۔

ارشاد فرمایا۔ انگریز کے دور حکومت میں جب ہم کسی مسلمان سرکاری افسر کو دیکھتے تو ہم اسے بری نظر سے دیکھتے کہ دیکھو! انگریز گورنمنٹ کی ملازمت کر رہا ہے۔ اب جب پاکستان بن گیا اور ایک اسلامی ریاست وجود میں آئی تو اب جو لوگ بھی حکومت کی ملازمت کرتے ہیں ہمیں دل و جان سے پیارے لگتے ہیں اور ان کے دیکھنے سے مسرت ہوتی ہے اب ہم اسلامی ریاست کے ملازمین کو مجاہد تصور کرتے ہیں کیونکہ ملازمت کی شکل میں وہ ملک کی بقا و تحفظ اور استحکام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اللہ کے لئے کام کرنا | ارشاد فرمایا۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اپنے رفقاء کے ساتھ شریک خدمت تھے۔ بھاری بھاری پتھر خود اپنے ہاتھوں سے اٹھاتے، کاندھے پر رکھتے اور مقام ضرورت پر پہنچاتے تھے۔ حضرت عباسؓ فرماتے، بھتیجے! بھاری پتھر نہ اٹھاؤ، نقصان پاؤ گے۔ گرو گے تو زخمی ہو جاؤ گے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں اللہ کے لئے کام کر رہا ہوں کسی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے لئے کام جس قدر بھی زیادہ ہوگا، خدا تعالیٰ

اسی قدر زیادہ خوش ہوگا، زیادہ اعانت فرماویں گے۔

علامہ انور شاہ، علامہ کوثری کی نگاہ میں

علامہ کوثری کا تذکرہ چھڑا، تو ارشاد فرمایا۔

مرحوم کوثری بہت بڑے محدث اور نادرۂ روزگار شخصیت تھے، دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لائے تھے۔ جب واپس ہوئے تو فرمایا تھا۔ دیوبند میں حضرت انور شاہ کی صحبت سے بہت متاثر ہوا ہوں اگر علامہ انور شاہ کی ملاقات نہ ہوتی تو سمجھتا کہ ہندوستان دیکھا ہی نہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی کے بعض سبق آموز واقعات

۱۰ر دسمبر ۱۹۸۴ء حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مجلس میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمارہے تھے کہ:۔

حضرت شیخ مدنیؒ پر طلبہ، جان تک قربان کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں غضب کی محبوبیت تھی طلبہ میں اور عامۃ الناس میں آپ کی جلالت وعظمت بھی عجیب تھی اور شفقت ومحبت بھی عجیب تھی۔

حضرت شیخ مدنیؒ کی رات سفر میں جلسوں اور ریل میں گذرتی دن دارالحدیث میں حدیث رسولؐ پڑھاتے گذرتا تھا۔ جب جلسہ ہوتا تو طلبہ نعرے لگاتے۔ ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا کہ امیرالہند زندہ باد، مہاجر مدنی زندہ باد، رئیس المہاجرین زندہ باد۔ طلبہ کے ان نعروں سے وقت کے حکمرانوں اور گورنمنٹ انگریز کو تکلیف پہنچتی تھی اور طلبہ اسے خوب جوش سے بلند کرتے لیغیظ بہم الکفار۔

ایک مرتبہ آپ دارالعلوم کی مسجد میں خطاب فرما رہے تھے۔

ارشاد فرمایا۔ کہ تم مجھے مہاجر مدنی، کے لقب سے یاد کرتے ہو، اور نعرے بھی لگاتے ہو۔ مگر یاد رہے کہ مہاجر کو اپنے اصل وطن آکر زیادہ سے زیادہ تین روز کے قیام کی اجازت ہے بلا ضرورت تین روز سے زائد نہیں ٹھہر سکتا ورنہ مہاجرت باقی نہیں رہتی۔ جب کہ میں عرصہ ہوا مدینہ منورہ سے ہندوستان آگیا ہوں مہاجرت باقی نہیں رہی۔

فرمایا، ہمارے والد صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کی تھی، میں اس وقت بچہ تھا اہل نیت سے نہ تھا والد کی تبع میں گیا تھا اصل مہاجر ہمارے والد صاحب ہیں۔ والد صاحب نے مرض وفات میں ہم بیٹوں کو بلا کر وصیت فرمائی کہ دیکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے اور میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھنا جب تک ہندوستان میں انگریز موجود ہے۔ والد صاحب نے جہاد کی تعلیم دی وہی لے کر ہندوستان آئے۔ اب وہی نصب العین ہے اور اب اس کے لئے ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔

باقی رہا میرے لئے آپ کا نعرہ امیرالہند، تو دیکھو امیر وہ ہوتا ہے جو سونا چاندی، دولت وسرمایہ کا مالک ہو میرے پاس کونسی دولت ہے کہ آپ مجھے امیرالہند کہتے ہیں۔

شیخ مدنیؒ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ کے پاس جو تحائف اور ہدایا آتے تھے آپ کا ایک خادم تھا قاری صاحب

اس نے اپنی ساری زندگی حضرت مدنیؒ کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ وہ ہدایا اور تحائف اس کے حوالے کر دیتے وہ سب کاروبار چلاتا تھا۔ شیخ مدنی نے قصد کیا تھا کہ جب تک ہندوستان میں انگریز کی حکومت رہے گی گھر کے لئے زمین نہیں خریدوں گا۔ فرمایا کرتے جب میں ہندوستان میں ایک انچ زمین کا بھی مالک نہیں تو آپ مجھے کیسے امیر الہند کہتے ہیں۔

کوچۂ محبوب سے نسبتوں کی قدریں | یہ گفتگو جاری تھی کہ دارالعلوم کے ایک قدیم فاضل مولانا نصراللہ صاحب نزک منانی ایک سفید ریش بزرگ کے ہمراہ حاضر مجلس ہوئے۔ مہمان کا تعارف کرایا کہ حضرت یہ مہمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر مدینہ منورہ سے آیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا۔ مگر انہوں نے ہاتھ کھینچ لئے تو شیخ الحدیث نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا یہ کس قدر مبارک چہرہ ہے کس قدر مبارک آنکھیں ہیں، کس قدر مبارک پیشانی ہے کہ وہاں کی مبارک زمین پر خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتی رہیں اور اس پر مدینہ منورہ کے انوار و برکات اور تجلیات برستے رہے۔

ارشاد فرمایا، حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس جب مدینہ منورہ سے رومال اور دیگر تحائف پیش کئے جاتے تو آپ ان کو سر آنکھوں پر رکھ کر بوسہ دیتے، اور احترام میں نچھاور ہوتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ یہ سامان تو فرانس اور جاپان میں تیار ہو کر مدینہ میں بکنے آیا ہے۔

حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے کہ سامان فرانس میں بنا ہے مگر مدینہ منورہ کی ہوا تو اسے لگی ہے۔

کوچۂ لیلیٰ کے کتوں سے مجنوں کو محبت تھی وہاں سے آتے ہوئے کتوں کو پکڑتے اور بوسہ دیتے۔ کسی نے کہا مجنوں یہ کیا کرتے ہو کہنے لگے۔ میں جانتا ہوں کتا نجس ہے لیکن اسے کوچۂ لیلیٰ کی ہوا لگی ہے ایک گونہ لیلیٰ سے اسے نسبت ہو گئی ہے میرا بوسہ اس نسبت کی وجہ سے ہے۔

زبان کھلنے کا وظیفہ | ۹ر جنوری ۱۹۸۵ء۔ ارشاد فرمایا۔

ایک چھوٹے بچے محمد قاسم کا کیا حال ہے۔ عرض کیا حضرت! دو سال سے زائد ہونے کو ہے اور خوب سمجھ دار ہو گیا ہے لیکن ابھی تک بات نہیں کر سکتا۔ زبان نہیں کھلی۔ جب کہ اس کے ہم عمر بچے کھل کر باتیں کرتے ہیں۔

فرمایا، زبان کھولنا اور بند کرنا، یہ سب اللہ کی قدرت میں ہے۔

شیرینی پہ ۴۱ مرتبہ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی پڑھیں اور شیرینی پر دم کر کے بچے کی زبان کے نیچے رکھ دیا کریں۔ ۴۱ روز تک یہ عمل کریں۔ اللہ پاک اپنے کلام پاک کی برکت سے زبان کھول دے گا۔

زبان پر جاری ہونے والا سب سے پہلا اور آخری کلمہ | اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

تم خود ماشاء اللہ سمجھ دار ہو۔ بچے کی والدہ سے بھی کہہ دو کہ بچے کو اللہ اللہ سکھائیں سب سے پہلا کلمہ جو اس کی زبان سے صحیح ادا ہو وہ اللہ ہی کا نام ہو۔

جب زبان پہ جاری ہونے والا پہلا کلمہ اللہ کا نام ہو اور مرتے وقت زندگی کا سب سے آخری کلمہ بھی اللہ کا نام لینے کی سعادت میسر ہو جائے تو پھر وسط میں اگر ہزار سال عمر ہو تو اللہ پاک اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ کیونکہ معصیت اور گناہ کے ہزار سال محصور بین الحاصرین ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں بھی آیا ہے من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ اس لئے احادیث میں خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے رہنے کی بہت تاکید آئی ہے۔

مرض الموت میں ذکرِ الٰہی کی تلقین

ارشاد فرمایا۔ مگر یاد رہے کہ مرض الموت کی حالت میں اولاً کلمۂ شہادت کی تلقین کی جاتی رہے اگر اس کی ادائیگی شاق ہو تو کلمہ توحید اور اگر یہ بھی شاق ہو جائے تو الا اللہ اور اگر اس کی ادائیگی بھی شاق ہو تو مریض کے سامنے صرف اللہ کا نام لیا جاتا رہے۔ مریض کو سختی سے کلمہ کی تلقین نہ کی جائے۔ اور نہ اسے زبانی یہ کہا جائے کہ اللہ کا نام لو۔ بلکہ اس کے سامنے نرم لہجہ میں محبت کے ساتھ اللہ کا نام لیا جاتا رہے۔

غالباً حضرت مالک بن دینارؒ مرض الموت میں تھے کہ بعض شاگردوں نے ان کے سامنے اونچی آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا تو حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک بار کلمہ پڑھ کر سکوت اختیار کر لیا۔ بعض حاضرین کلمے کے بار بار پڑھنے پر اصرار کرنے لگے کہ مسلسل کلمہ پڑھتے رہئے۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ میں نے ایک بار اونچی آواز سے کلمہ پڑھ لیا ہے اس میں صادق ہوں دوبارہ تلقین کی ضرورت نہیں۔ دیکھئے! حضرت مالک بن دینارؒ نے رخصت ہوتے ہوتے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔ حاضرین کو گویا ایک گونہ تلقین عند مرض الموت کے سنت طریقہ کا سبق پڑھایا۔

مرض الموت کی حالت میں نکلنے والے غیر شرعی کلمات کا اعتبار نہیں

ارشاد فرمایا کہ فقہاء عظام نے لکھا ہے کہ نزع کی حالت میں اگر انسان سے ناشائستہ یا غیر شرعی کلمات انسان کے منہ سے نکلیں تو ان کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات ناسمجھی اور کم فہمی اور نزع کی تکلیف اور کرب والم کی وجہ سے ناشائستہ کلمات بھی انسان کی زبان پر آجاتے ہیں اور بعض اوقات وہ ایک دوسرے عالم کے کلمات ہوتے ہیں جن پر عالمِ دنیا میں حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

ایک مرتبہ ایک اللہ والے مرض الموت میں تھے انہیں کلمہ کی تلقین کی گئی۔ اور پھر اس پر اصرار کیا جانے لگا مگر اس خدا کے نیک بندے نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ حاضرین و متعلقین اس کے انکار پر پریشان ہو گئے کہ اچانک خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ اللہ والے ہوش میں آگئے آنکھیں کھلیں تو حاضرین نے پوچھا۔ حضرت کیا ہو گیا تھا

آپ تو کلمہ پڑھنے سے بھی انکار کر رہے تھے۔

فرمایا، نہیں، مجھے تو کلمہ پڑھنے کی کسی نے تلقین ہی نہیں کی انکار کیسے؟ دراصل میرا انکار شیطانی کلمہ پڑھنے سے تھا۔ کہ شیطان نے مجھے کلمہ شرک کہلانے کی ترغیب دی۔ اور اصرار کیا تو میں نے شدت سے انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا نے حالت نزع کے کلمات اور واقعات کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔

حالت نزع میں شیطان کا حملہ

ارشاد فرمایا۔ کہ عوام میں یہ بھی مشہور ہے کہ حالت نزع میں مبتلا شخص جب پانی طلب کرتا ہے تو حاضرین پانی نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ مزید پانی مانگتا جائے گا اور پیتا جائے گا تو نقصان ہو گا۔ مگر یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔ دراصل وفات کے وقت موت کی حرارت زیادہ تیز ہو جاتی ہے جس سے شدت کی پیاس لگتی ہے اس وقت بھی شیطان حملہ آور ہوتا ہے۔ کہ ٹھنڈا پانی گلاس میں لے کر غیر مرئی عن الحاضرین کے طریقہ سے مرنے والے کو اس کے پینے کی ترغیب اور اصرار کرتا ہے تاکہ کسی نہ کسی طریقہ سے کفر کا کلمہ کہلوانے میں کامیابی ہو سکے۔ اس لئے متعلقین اور اقرباء کو مرض الوفات میں مریض کو پانی پلانا چاہئے۔ یا اس کے منہ میں گھونٹ گھونٹ پانی ٹپکانا چاہئے۔ تاکہ اس کی طبعی پیاس بجھتی رہے اور شیطان کے چنگل سے محفوظ رہے۔

پی آئی اے کی امتیازی کارکردگی
فاصلوں میں کمی، افراد کی یکجہتی
چار براعظموں کے ۶۰ شہروں کو ملانے والی آپکی قومی ایئرلائن
پی آئی اے نہ صرف تجارت کو فروغ دینے اور سیر و سیاحت کی حوصلہ
افزائی کرنے میں کارفرما ہے بلکہ نقل و حمل کی اہم کڑی بنکر مختلف رواجوں،
تہذیبوں اور طرز حیات سے بھرپور اس وسیع کرۂ ارض پر پاکستان
کی قومی یکجہتی کو اجاگر کرتی ہے۔
فاصلوں کو کم کرکے، دوری کو نزدیکی میں بدل کر، پی آئی اے نے
شہر کو شہر سے اور ہموطن کو ہموطن سے قریب کر دیا ہے۔
بین الاقوامی اور اندرونِ ملک دائرۂ پرواز میں پی آئی اے مسلسل
اپنی خدمات کا معیار خوب سے خوب تر کرنے میں ہمہ وقت
ہمہ تن مصروف ہے۔
PIA
پاکستان انٹرنیشنل

خدا کا امر قوانین کا پابند ہو گیا

(۲۴) عالمِ امر میں ہر فیصلہ ہر کام خدا کے اختیارِ مطلق اور ارادۂ کامل کے تحت سرانجام پاتا ہے۔ وہاں کوئی لگا بندھا قانون نہیں جس کے مطابق ہر فیصلہ صادر ہو۔ لیکن عالمِ خلق میں خدا کا امر قاعدے اور قانون کی چار دیواری میں محدود ہو جاتا ہے۔

وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (۳۳/۳۸) خدا کا امر پیمانوں کے قالب میں ڈھل گیا۔ وہ مقررہ اندازوں کا پابند ہو گیا۔ (کتاب التقدیر صـ ۳۹)

خدا نے اپنے اوپر پابندیاں عائد کر لیں

(۲۵) خدا نے اپنے آپ پر پابندیاں عائد کر لیں۔ خدا کیلئے پابندی کے تصور سے احساس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اس نے خود ہی ایسا کیا اور کہا ہے تو ہمارے لئے ایسا تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں ہونا چاہیئے۔ اور باک کے کیا معنی؟ جب یہ ایک حقیقت ہے جس کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ قوانینِ خداوندی غیر متبدل ہیں تو اسے تسلیم کرنا ہی صداقت شعاری ہے۔ (کتاب التقدیر صـ ۴۶)

خدا کی مرضی

(۲۶) ہم اٹھتے بیٹھتے کہتے رہتے ہیں کہ خدا کو منظور ہی یہی تھا اسکی مرضی ہی ایسی تھی، یہی اسکی مشیت تھی، وہ چاہتا یہ تھا اگر اسکی مرضی نہ ہوتی تو ایسا ہو کیسے سکتا تھا۔ لہٰذا یہاں جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے آپ سوچئے کہ قرآن ایسا کہنے والوں کے متعلق کیا کہتا ہے۔؟ قرآنِ مجید کی آیات آپ کے سامنے ہیں ان کی روشنی میں آپ کسی نتیجے پر پہنچ جایئے ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ یہ کفار اور مشرکین ابلیس کے اتباع میں یہ کہتے ہیں کہ انسانی دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ (کتاب التقدیر صـ ۵۵)

خدا کی طرف سے

(۲۷) وہ (خدا) جسے چاہے امیر بنا دے جسے چاہے عزت عطا کرے، جسے ذلیل و خوار کرے۔ یہ ہر ایک کا نصیب، اور قسمت ہے اسی کو انسان کی تقدیر کہتے ہیں جسے نہ کوئی اپنے لئے بنا سکتا ہے نہ مٹا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ عقیدہ وضع کیا اور اسے اس تکرار و اصرار سے دہرانے

چلے گئے کہ عوام مستقلاً اس کے فریب میں آگئے۔ (کتاب التقدیر ص۱۳۹)

تبصرہ مذکورہ عبارتوں میں پرویز نے اللہ تعالیٰ کے اختیار مطلق، ارادۂ کامل، مشیّت اور مرضی سے صاف انکار کیا ہے بلکہ اس قسم کے تصوّر کو مشرکانہ اور فریب قرار دیا ہے وہ کہتا ہے کہ مخلوق کو عالم وجود میں لانے کے بعد اس پر باری تعالیٰ کا کوئی اختیار نہیں رہا اور نہ تکوینیات میں اللہ تعالیٰ کی مشیّت، مرضی اور ارادہ کوئی تصرّف کر سکتا ہے اور وہ قوانین فطرت وطبعیات کا پابند ہو گیا۔

یہ حکمائے یونان اور فلاسفہ جدیدہ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ عالم کے سلسلۂ انتظام میں دخل نہیں دے سکتا اور کارخانۂ عالم قوانین طبیعی کے مطابق چل رہا ہے اور اشیاء اسباب وعلل سے پیدا ہوتی ہیں۔ آریہ سماج کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ خدا کی قدرت محدود ہے اور روح ومادہ اور عناصر سب قدیم اور خدا کی غیر مخلوق اور غیر مقدور ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا عقیدہ از روئے قرآن یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قادرِ مطلق، مختارِ کل اور خالقِ عالم ہے اور اسکی ذات، اس کا ارادہ اور اس کا حکم اسباب، وعلل اور قوانین طبیعی کے پابند نہیں۔ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔" یقیناً خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اور "یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ" خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور حکم کرتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ سے ثابت ہے کہ اس کی قدرت اس کی مشیّت، مرضی، ارادہ اور حکم لا محدود ہیں۔ بیشک اشیاء اسباب وعلل سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان میں طبائع وخواص ہیں۔ لیکن یہ سب اسباب، وعلل اور طبائع وخواص خود خلاقِ عالم کے پیدا کردہ اور مقرر کردہ ہیں۔ اور وہ ان ہی پر عموماً کارفرما رہتا ہے۔ لیکن وہ اس درجہ ان کا مجبور اور پابند نہیں کہ وہ ان میں تغیّر نہ کر سکتا ہو اور کبھی اپنے خاص حکم وارادہ سے بھی ان کو شکست نہ کر سکتا ہو۔ کیونکہ اس عقیدہ سے کفر وشرک پرورش پا رہا ہے۔ اور خدا کی قدرت اور عظمت میں فرق آتا ہے۔ اس لئے ہر موقع پر قرآن مجید نے اپنی تعلیم میں اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے کہ اسباب وعلل کے ساتھ خدا کی مشیّت اور ارادہ کو مدّنظر رکھنا چاہیئے۔ تاکہ انسانوں میں خدا کی معذوری، مجبوری اور عدم قدرت کا تصوّر نہ پیدا ہو اور نہ اس کی مشیّت وارادہ پر خود اسکی مشیّت وارادہ کے سوا خارجی پابندیاں عائد ہوں۔ اسباب، وعلل اور طبائع وخواص کے ثبوت میں جس قدر آیتیں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ان سب میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف کی ہے۔ مثلاً فرمایا:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ۔ (سورۂ ق) "یعنی ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔ پھر اس سے ہم نے باغ اور اناج اگائے جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے۔"

اس آیت میں پانی کو زمین سے پیداوار کا سبب بتایا لیکن اس فعل کی نسبت اپنی ہی طرف کی۔ تاکہ مشرک طبائع خالق سے بے نیاز ہو کر پانی ہی کو مؤثر حقیقی نہ جانیں۔ اس قسم کی آیتوں کا صاف مطلب یہ ہے۔

کہ ان مسببات کے اسباب، وعلل اور اشیاء کے طبائع وخواص خود باری تعالیٰ نے اپنی مشیت وارادہ اور اپنے حکم وامر سے بنائے ہیں اور ہر جگہ اسکی توضیح کر دی ہے "تاکہ ظاہر بین یا عقلیت پرست انسان ان ظاہری علل واسباب اور طبائع وخواص کو دیکھ کر اشیاء کی علتِ حقیقی (خدا تعالیٰ) کا انکار کر کے مبتلائے الحاد یا اسباب وخواص کو مستقلاً شریک تاثیر مان کر گرفتار شرک نہ ہو جائے۔

پرویز نے اپنی عبارت میں یہ آیت پیش کی ہے: وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ط (احزاب: ۳۸)

اور اس کا ترجمہ اس نے یہ کیا ہے: "خدا کا امر پیمانوں کے قالب میں ڈھل گیا وہ مقررہ اندازوں کا پابند ہو گیا۔"

درحقیقت پرویز نے اس آیت کے معنوں میں بہت بڑی تحریف کا ارتکاب کیا ہے جبکہ اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور اللہ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی مخلوق اور ہر کام کے لئے مقادیر اور اندازے مقرر کئے ہیں چنانچہ فرمایا: إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ط۔ یعنی "ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے" اور یہ اندازہ اور تقدیر مقرر کرنے میں خدا تعالیٰ مختارِ مطلق ہے وہ اس سلسلے میں نہ کسی خارجی پابندی کو قبول کرتا ہے اور نہ اپنے آپ پر خود کوئی پابندی عائد کرتا ہے۔ حکماء، فلاسفہ اور مشرک قوموں نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور الوہیت کا جو تصور قائم کیا ہے اللہ تعالیٰ ان تصورات باطلہ اور نظریات فاسدہ سے پاک ومنزہ اور بدرجہا بلند وبرتر ہے۔ تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیراً ط۔

سورہ احزاب میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کے متعلق فرمایا: وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ط۔ "یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر ہی رہنے والا ہے۔" مطلب یہ کہ امرالٰہی کے سرانجام پانے پر کوئی روک ٹوک وارد نہیں ہو سکتی۔ اور وہ بہر حال سرانجام کو پہنچنے والا ہی ہے۔ آیت میں یہ نکتہ مدِ نظر رہے۔ کہ امرالٰہی کے وقوع کے لئے فعل مضارع کا صیغہ نہیں لایا گیا۔ مثلاً یہ نہیں فرمایا: وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ يُقْضٰى یعنی خدا کا حکم پورا ہو گا۔ بلکہ امر اللہ کے بعد صیغہ اسم مفعول لایا گیا۔ اور یہ تاکید کے لئے ہے کہ خدا کا حکم تو بس پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پرویز کے تصورات باطلہ کے برعکس قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اس حقیقت کو صاف اور مبرہن کیا ہے کہ امرالٰہی کائنات میں جاری وساری ہے اور ہمیشہ جاری وساری رہے گا۔ اور امرالٰہی کی زد سے کائنات کا کوئی گوشہ اور کوئی ذرہ باہر نہیں ہے۔ اس کا امر کائنات پر غالب اور زورآور ہے اور ہمہ کائنات امرالٰہی کے سامنے مغلوب اور بے بس ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى أَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ط (یوسف: ۲۱) ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام پر غالب ہے لیکن اکثر انسان اتنا بھی نہیں جانتے۔"

دنیا کی مشرک قومیں اور فلاسفہ اللہ کی اس صفت یعنی امر الٰہی کے غلبہ اور قدرتِ کاملہ سے متعلق طرح طرح کے غلط تصورات اور لغو عقائد میں مبتلا ہیں اور پرویز انہی لوگوں کا خوشہ چین اور پیرو کار ہے جو امور عقلِ انسانی کو مستبعد معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سامان بھی خفی اور لطیف طریقوں سے کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت کہ امر الٰہی زمین و آسمان اور ساری تکوینیات میں جاری و ساری ہے ذیل کی آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ط (السجدہ ۵) ترجمہ: "آسمان سے زمین تک، وہی امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر یہ امر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ ایک ایسے دن میں جسکی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی ہوگی"

یعنی چھوٹی بڑی ہر چیز کی تربیت، تدبیر اور انتظام سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نہیں کہ اس نے ایک دفعہ ایک بار پیدا کر کے کارخانۂ کائنات کو یوں ہی معلق چھوڑ دیا ہے۔ بلکہ اس میں ہر آن اس کا دخل و تصرف بھی جاری رہتا ہے۔ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد کارسازی، انتظام و نفاذِ احکام ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ينزل القضاء والقدر (تفسیر قرطبی) یعنی آسمان سے زمین میں اللہ کا حکم اور مقادیر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

اس مضمون کی دوسری آیت بھی ملاحظہ ہو۔ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ ط لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ط (طلاق ۱۲) ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کیطرح زمین بھی۔ ان (سب) میں اللہ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہر شے کو (اپنے) علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے"

یعنی حق تعالیٰ کی صفات قدرت و علم ہر طرح کامل، جامع و ہمہ گیر ہیں۔ "يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ" یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ان ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے بیچ میں نازل ہوتا رہتا ہے۔ حکم الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تشریعی، دوسری تکوینی یعنی تقدیر الٰہی کی تنفیذ سے متعلق احکام جس میں کائنات کی تخلیق اور اسکی تدریجی ترقی اور اس میں کمی بیشی، موت و حیات اور قوموں کے عروج و زوال اور حوادث و تغیراتِ زمانہ داخل ہیں۔ یہ احکام تمام مخلوقاتِ الٰہی پر حاوی اور محیط ہیں۔ آیت کے آخری ٹکڑے میں ارشاد فرمایا:

لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ط۔ یعنی علم تمہیں اس لئے دیدیا گیا ہے۔ تاکہ تم کو حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور علم محیط پوری طرح معلوم ہو جائے۔

امام راغب اصفہانی نے اپنی مفردات فی غریب القرآن میں پرویز کی پیش کردہ آیت : وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ط کے بارے میں مندرجہ ذیل کی تشریح کی ہے :

وقولہ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا فقدر اشارة الى ما سبق بہ القضاء والكتابة في اللوح المحفوظ والمشار اليه بقوله عليه السلام فرغ ربكم من الخلق والاجل والرزق والمقدور اشارة الى ما يحدث عنه حالا فحالا مما قدر وهو المشار اليه بقوله كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ط وعلى ذالك قوله وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ط ۔ (مفردات ص ۴۰۴)

یعنی آیت میں لفظ قدر سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح محفوظ میں اپنے احکام قضاء و قدر لکھے تھے اور یہ نبی علیہ السلام کے اس قول سے ثابت ہے کہ " تمہارا رب پیدائش اجل اور رزق سے فارغ ہوا ۔ اور مقدور سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوح محفوظ سے جو احکام وقتاً فوقتاً نازل فرماتا رہتا ہے وہ تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکے ہیں ۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کر رہا ہے کہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ط ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے ۔ اور اس پر اللہ کا یہ قول بھی دال ہے کہ : " ہم نازل نہیں کرتے مگر معلوم اندازے کے مطابق ۔ "

اس ضمن میں دو تین آیتیں اور بھی ملاحظہ ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امر الٰہی کائنات میں شب و روز جاری ہے اور تکوینیات کا کوئی چھوٹا بڑا واقعہ امر الٰہی کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہوتا ۔

۱۔ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ط ۔ (یونس ۲۴)

ترجمہ : جب زمین نے رونق پکڑی اور مزین ہو گئی اور زمین والوں نے خیال کیا یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ۔ ناگاہ اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پہنچا ۔ پھر اس کو کاٹ کر ڈھیر کر ڈالا ۔ گویا کل یہاں آبادی نہ تھی ۔ "

۲۔ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ [illegible] (هود ۸۲)

ترجمہ : پھر جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے وہ بستی اوپر نیچے کر ڈالی اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے ۔ "

اس آیت میں قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر ہے کہ ان کی بستیاں خود بخود تباہ و برباد نہیں ہو گئیں بلکہ امر الٰہی پہنچنے کے بعد ہی ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر کے تباہ کر دیا گیا ۔ اسی طرح قوم نوح پر طوفان کا عذاب اسوقت آیا جب امر الٰہی آ پہنچا ۔ " فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۔ "

غرض قرآن مجید کی بیشمار آیات باہرہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ کائنات میں شب و روز اور ہر آن امر الٰہی جاری و ساری رہتا ہے ۔ لیکن پرویز ان آیات کو مسترد کرتا ہے اور ان کے انکار پر

مُصر ہے ، اور کہتا ہے کہ اللہ کا امر اور قدرت قوانین طبیعی کی پابند ہے ۔ اور ان کے سامنے بے بس ہے ۔
العیاذ باللہ ۔

قدرت اللہ کی صفت ذاتی ہے | یہاں یہ بھی واضح رہے کہ قدرت اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے ۔ ”شرح فقہ اکبر“ میں ہے کہ صفات باری تعالیٰ دو قسم کی ہیں ۔ایک ذاتی دوسری فعلی ۔

امّا الذّاتیۃ فالحیٰوۃ والقدرۃ والعلم والکلام والسمع والبصر والارادۃ ۔“

یعنی صفات ذاتی سات ہیں اور وہ حیات ، قدرت ، علم ، کلام ، سمع ، بصر اور ارادہ ہے ۔

صفات ذاتیہ ، صفات حقیقی اور کمالی ہیں ۔ اس ذات مقدس سے ان کا انفکاک ہر زمانے میں محال ہے ۔اس لئے کہ ایسی صفات اس ذات پاک کے کمالات میں سے ہیں ۔پس ان سے اُس ذات مقدس کا خالی ہونا موجب نقصان و احتیاج ہے ۔ اور نقصان و احتیاج ممکن کے لوازمات میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ۔ اور لوازمات ممکن سے بری ہے ۔ اس لئے پرویز کا یہ کہنا قطعی ضلالت و شرک ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کا امر پیمانوں کا پابند ہو گیا ۔ اور اسکی قدرت تکوینیات میں دخل نہ دینے کی پابند ہے ۔

پرویز کو عربی علوم میں دسترس نہ ہونے کی وجہ سے لفظ قدرت کے معنوں میں غلط فہمی ہوئی ہے ۔ وہ قدرت کے معنی پیمانوں اور قوانین سے کرتا ہے ۔ چنانچہ وہ آیت کریمہ : اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ کے معنی یہ کرتا ہے کہ ”خدا نے ہر شے کے لئے پیمانے اور قوانین مقرر کر رکھے ہیں ۔“ (معراج انسانیت ص۲۳۷)

جبکہ آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے کہ ”یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔“

اس آیت کا پرویزی معنی نہ آیت کا مدلول ہے اور نہ لغت عرب کے موافق ہے ۔آیت میں یہ بدترین کجروی اور الحاد ہے جس کا پرویز مجرم ہے ۔ لفظ قدیر صفت مشبّہ ہے اور مبالغہ کے لئے ہے ۔ اس لئے لفظ قادر کے مقابلے میں ”قدیر“ میں زیادہ قدرت پائی جاتی ہے ۔ قدیر کا مصدر قدرت ہے اور قدرت کے معنی قوت و توانائی کے ہیں ۔اس لئے قدیر کے معنی قوانین اور پیمانوں کے قطعاً نہیں ہو سکتے ۔یہ قرآن مجید اور لغت عرب کے ساتھ بدترین اور شرمناک مذاق ہے ۔

اور قادر اسم فاعل ہے اس کا مصدر کبھی قدر آتا ہے اور کبھی قدرت ۔ لیکن پرویز نے قرآن میں ہر جگہ قدیر کی طرح قادر کے معنی بھی پیمانوں اور قوانین کے لئے ہیں ، جو طفلانہ اور مضحکہ خیز ہے ۔ ہم سورۃ یٰس سے ایک آیت پیش کرتے ہیں جس میں لفظ قادر استعمال ہوا ہے ۔

” اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَہُمۡ بَلٰی وَہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ۔“ ترجمہ : کیا جس نے آسمان و زمین بنائے اس پر قادر نہیں کہ ان کی مثل بنائے ، کیوں نہیں اور وہی

اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت میں قادر کے معنی کسی عقلمند کے نزدیک پیمانوں اور قوانین کے نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صاف الفاظ میں اعلان کیا ہے۔ کہ جس ذاتِ پاک نے اپنی قدرت سے زمین و آسمان بنائے ہیں۔ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ کہ زمین و آسمان کیطرح دوسرے ارض و سمٰوات پیدا کرے۔ اور فرمایا کہ وہ خلّاق اور علیم ہے۔ خلّاق صیغۂ مبالغہ ہے اور علیم بھی صفتِ مشبّہ ہے اور اس میں مبالغہ کا پہلو موجود ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ صرف خالق نہیں بلکہ وہ بہت بڑا خالق اور بہت بڑا علم والا ہے۔ اور اس کے لئے ایک جدید مخلوق یا زمین و آسمان کی مثل پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ پرویز نے قرآنی آیتوں میں تحریف و تبدیل کر کے مغالطہ انگیزی اور سوفسطائیت کی حد کر دی ہے۔ مسیلمۃ الکذّاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اس سرمستی میں اس نے کئی احمقانہ دعوے کئے تھے جو تاریخ میں حماقاتِ مسیلمۃ الکذّاب کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن پرویز کی حماقتیں اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ قرآن مجید کی آیتوں میں اس نے جو احمقانہ اور تمسخر انگیز معنوی تحریفات کی ہیں۔ ان کی مثال نہیں ملتی۔ اور عقل و خرد خود اس پر حیرت کناں ہے۔

ع عقل انگشت بدنداں کہ اسے کیا کہئے۔ (جاری ہے)

بقیہ قرآنی تشریحات از صفحہ

کہ اس مرحلے پر جسم کے چند ہی اعضا کی شناخت ہوسکتی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ صرف دل اور آنکھوں کے عدسے کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔

ڈاکٹر مور نے کہا کہ آیات قرآنی کہتی ہیں کہ تیزی سے نکلنے والے مادہ منویہ کے ایک انتہائی مختصر حصے میں بار آور کرنے کی صلاحیت رکھنے والا عنصر پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مور نے اپنے مقالہ میں بتایا کہ جس حقیقت کی نشان دہی سپلین زینی نے اٹھارھویں صدی عیسوی میں کی جب اس نے تجرباتی طریقے سے ثابت کیا کہ جب تک نر اور مادہ کے جنسی تولیدی عناصر کی باہم آمیزش نہ ہو حیاتیاتی نمو نہیں ہوسکتی۔ قرآن نے اس سے گیارہ صدیاں پہلے "مخلوط قطرے" کی نشان دہی کر دی۔ اور بتایا کہ مرد اور عورت کے نطفوں کی باہمی ملاپ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔

ایک آیت مادہ تولید کی نطفے کی طرح نہیں (جسے عربی میں نطفہ کہا جاتا ہے) مقدار سے بحث کرتی کہ کس طرح اس حقیر بوند میں ایک وسیع تر تخلیقی منصوبہ پنہاں اور جامع نقشہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ بوند مستقبل کے سارے کرداروں اور خصوصیات کو اپنے وجود میں سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

پیغمبر اسلام کے جمع کردہ جن فرامین کا ڈاکٹر مور نے مشاہدہ کیا ان میں سے ایک میں کہا گیا ہے کہ حمل ٹھہرنے سے ۴۲ روز بعد خدا ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو نطفے کی طرح تنے کو انسانی اعضا اور شکل دیتا ہے آنکھ اور کان۔

ٹائیلٹ صابن

دورِ جدید کی طرزِ زندگی سے ہم آہنگ مرمریں رُوپ والا فینسی
اپنی نئی وضع، نرم ملائم اور ریشمیں جھاگ، سدا بہار تازگی اور
شگفتہ خوشبو کے ساتھ پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا ٹائیلٹ صابن ہے۔
فینسی - ایک مسرّت آگیں کیفیت - ایک پرکیف ترنگ
ایک حسین تاثر جو دیر تک قائم رہتا ہے۔
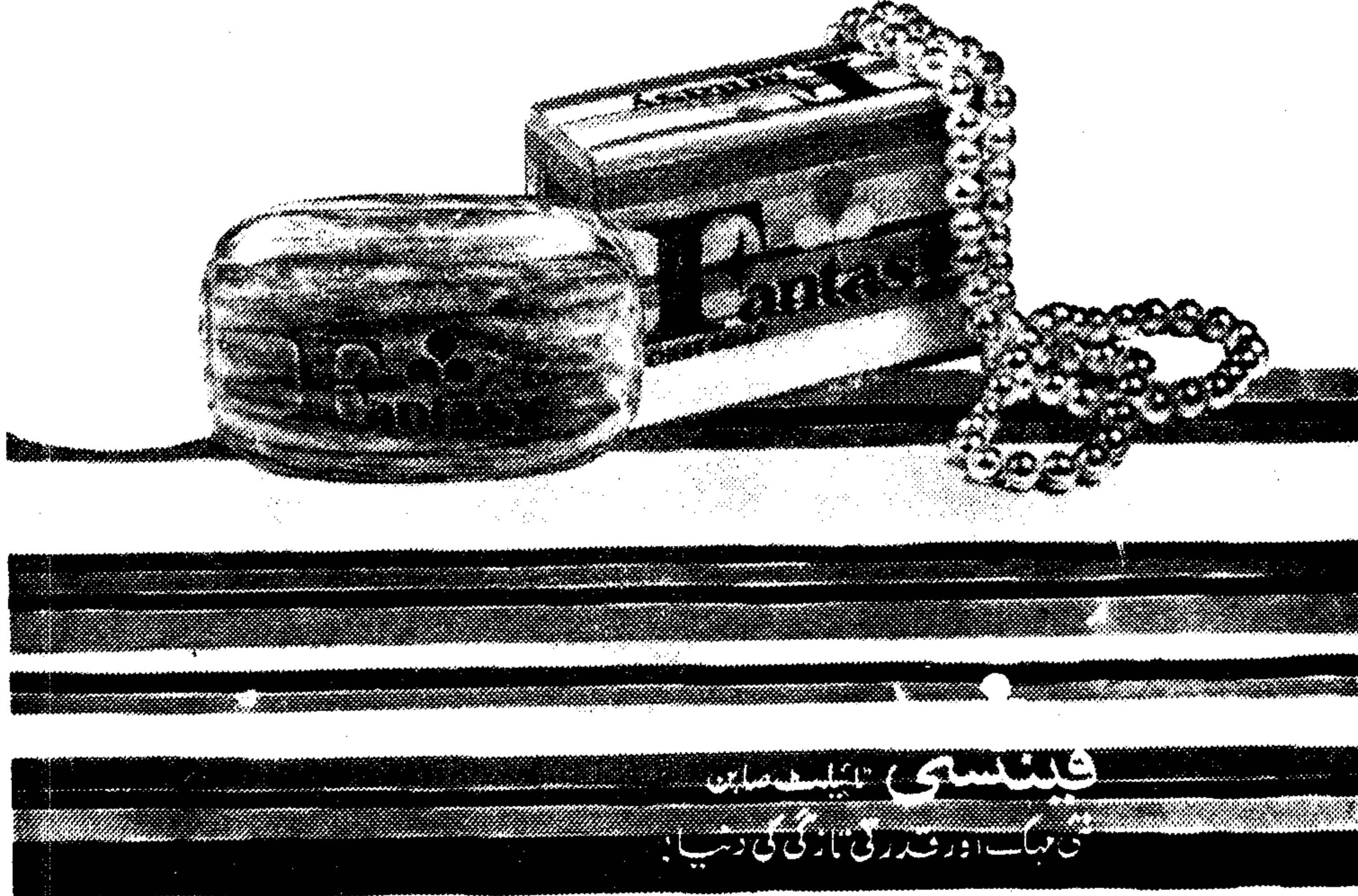
مادرِ رحم میں جنین اور قرآنی تشریحات

سائنسدان کا تحیر

یہ دو برس پہلے کی بات ہے ٹورنٹو یونیورسٹی کے ایک ماہر جنسیات ایک غیر معمولی سائنسی مشن پر سعودی عرب گئے۔ ان سے قرآن کی چند آیات کی تشریح میں مدد چاہی گئی تھی۔

یہ ڈاکٹر کیتھ مور تھے اور ہمراہ اولین ٹسٹ ٹیوب بچے کی پیدائش کے محقق ڈاکٹر ایڈ ورڈ نے بھی ان کی توضیحات کی تصدیق کردی تھی۔ ان دونوں سائنسدانوں نے مسلم علماء کو آیات قرآنی کے بارے میں اپنی دریافت سے دنگ کر دیا تھا۔ وہی قرآن جسے مسلمان تیرہ سو برس سے حفظ کرتے چلے آرہے ہیں۔

جو انہوں نے دریافت کیا وہ یہ تھا کہ قرآن میں انسانی جنین کا جو نظریہ بیان کیا گیا ہے وہ اب ایک ناقابلِ تردید صداقت بن کر سامنے آیا ہے۔ اور یہ کہ مغربی محققین پر اس حقیقت کا انکشاف ۱۹۴۰ء میں ہوا۔ اس ضمن میں زیادہ تر معلومات تو محض گذشتہ پندرہ برس میں سامنے آئی ہیں۔

ڈاکٹر کیتھ مور ٹورنٹو یونیورسٹی کے شعبہ تشریح الاعضاء کے چیئرمین ہیں۔ تخلیق انسانی سے بحث کرنے والی آیات قرآنی پر اپنا خصوصی مقالہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

" مجھے اس بات نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا جب مجھے یہ پتہ چلا کہ قرآن نے ساتویں صدی عیسوی میں جو حقائق پیش کئے وہ کس قدر درست اور سائنسی صداقتوں کے حامل ہیں۔"

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن ساتویں صدی عیسوی میں خدا کی طرف سے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آج اسلام ہی دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے یاد رہے کہ ڈاکٹر مور یونائیٹڈ چرچ کے ممبر اور ایک بڑے پادری کے بیٹے ہیں۔ وہ اپنے عقیدے پر مطمئن ہیں اور ایک ملاقات میں بتا چکے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں۔ ڈاکٹر مور کہتے ہیں کہ میں نے بائبل کے عہد نامۂ قدیم اور جدید کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ لیکن قرآنی آیات سے ان کی کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جنینیات پر ان کی دو تصنیفات معیاری درسی کتب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر مور کہتے ہیں کہ جنین کے ابتدائی ۲۸ روز میں نمو کے متعلق قرآنی آیات نے جو حقائق بیان کئے ہیں وہ اتنے صحیح ہیں کہ انسانی عقل کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مور کو یقین ہے کہ :-

"قرآن کی آیات اور پیغمبرِ اسلام کے کچھ فرامین مذہب اور سائنس کے درمیان مدتوں سے حائل خلیج کو پاٹنے میں مدد کر سکتے ہیں"

جب ان سے پوچھا گیا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خام جپیر پھاڑ کے نتیجے میں یہ معلومات سامنے آگئی ہوں تو انہوں نے کہا کہ اس مرحلے پر جنین کی جسامت ایک ملی میٹر کے دسویں حصے میں زیادہ نہیں ہوتی - یہ انسانی آنکھ کو ایک چھوٹے سے نقطے کی شکل میں نظر آتا ہے - اس کی شناخت ایک طاقت ور خوردبین کے بغیر ممکن نہیں اور یہ بات اپنی جگہ تسلیم شدہ ہے کہ سترھویں صدی عیسوی سے پہلے خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی -

دو برس پہلے ڈاکٹر کیتھ مور کو جدہ کی شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی نے مدعو کیا تھا - ان کے علاوہ ڈاکٹر رابرٹ ایڈورڈ رانہ کو بھی بلایا تھا - یہ وہی ڈاکٹر رابرٹ ہیں کہ جن کے کیمبرج یونیورسٹی میں کیے گئے تجربات کی بدولت پہلے ٹیسٹ ٹیوب بچے کی پیدائش عمل میں آئی - ان کے علاوہ ڈاکٹر ڈی این پرشاد اور ڈاکٹر مارشل جانسن بھی مدعوئین میں شامل تھے -

ڈاکٹر مور کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر منعقدہ کانفرنس کے علماء نے ان چاروں ماہرین کو قرآن کی متعدد آیات کے انگریزی میں تراجم پیش کیے اور ان سے رائے مانگی کہ آیا ان کو کوئی سائنسی تعبیر ہو سکتی ہے ؟ ایک آیت جو پیش کی گئی تھی وہ یہ ہے :-

"وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے" (الزمر ۶)

ڈاکٹر مور کہتے ہیں کہ ان تین تاریکیوں سے مراد پیٹ کی دیوار، رحم مادر کا پردہ اور بچے دانی کی اندرونی جھلی ہے - ایک دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ بعد میں بوند کو خون کے لوتھڑے "مضغہ" میں تبدیل کر دیا جاتا ہے - عربی میں مضغہ کا لفظ جونک کے لیے آیا ہے -

ڈاکٹر مور اور دوسرے ماہرین کا خیال ہے کہ عرب میں پائی جانے والی جونک اور ۲۴ دن کے جنین میں حیرت انگیز طور پر مشابہت پائی جاتی ہے نہ صرف یہ کہ اس مرحلے پر جنین رحم کی دیوار سے جونک کی طرح لپٹ جاتا ہے -

آگے کی ایک آیت کہتی ہے کہ یہ جونک نما نقطہ بعد میں چبائی ہوئی چیز کی شکل اختیار کر لیتا ہے - اس مرحلے پر جنین کی شکل کی وضاحت کرنے کے لیے ڈاکٹر مور نے پلاسٹک کی ایک چھوٹی سی چیز تیار کی اور پھر اسے اپنے دانتوں سے چبایا اور پھر اسے بتایا کہ ۲۸ روز کے جنین کی شکل ہو بہو ایسی ہوتی ہے اور اس پر جو نشانات پائے جاتے ہیں وہ بھی دانتوں کے نشانوں کے مماثل ہوتے ہیں - اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے

باقی ص ۱۹ پر

ڈاکٹر محمد رشید صاحب فاروقی۔ نائیجیریا

قسط دوم

اسلام کا تصور حلال و حرام

مشتبہات حلال مطلق اور حرام محض کے بعد مشتبہات وہ امور ہیں جن کی حلت یا حرمت واضح نہ ہو۔ یا حلال اور حرام آپس میں ایسے مختلط ہوں کہ حلال کو حرام سے اور حرام کو حلال سے جدا کرنا ناممکن ہو جائے۔ یا حلال اشیاء کی حلت میں کسی وجہ سے شبہ پڑ جائے۔

صاحب دائرۃ المعارف مشتبہات کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

والمشتبہ مالیس بواضح الحل والحرمۃ مما تنازعتہ الادلۃ وتجاذبتہ المعانی والاسباب فبعضہا یعضدہ دلیل الحرام وبعضہا دلیل الحلال ولذلک قیل المشتبہ ما اختلف فی حل اکلہ وقیل انہ اختلاط الحلال والحرام وحکم ھذا انہ یخرج قدر الحرام ویاکل الحلال عند کثیر من العلماء سواء قل الحرام او کثر[1]

یعنی مشتبہ وہ ہے جس کی حلت و حرمت، دلائل، اسباب اور معانی کے اختلاف و اختلاط کی وجہ سے واضح نہ ہو۔ بعض اسباب و معانی حرام کی دلیل پیش کرتی ہوں اور بعض حلال کی۔ اسی وجہ سے کسی نے کہا کہ مشتبہ وہ ہے جس کے کھانے کی حلت میں اختلاف ہو۔ اور کسی نے کہا کہ یہ حلال و حرام کا اختلاط ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ بمقدار حرام نکال کر حلال کو کھایا جائے چاہے حرام کم ہو یا زیادہ۔

امام غزالی مشتبہات کی بڑی تفصیل لکھتے ہوئے مختلف وجوہ سے ان کے کئی اقسام بتاتے ہیں۔ مثلاً وہ جن کی حرمت پہلے سے معلوم ہو پھر اس کے سبب المحلل میں شک پڑ جائے۔ اور وہ جن کی حلت معلوم ہو لیکن اس کی سبب محرم میں شک پڑ جائے۔ اور حرام و حلال میں تمیز کرنا دشوار ہو جائے۔ یا سبب محلل کے ساتھ کوئی گناہ ملحق ہو جائے یا حلت و حرمت کے دلائل میں اختلاف پڑ جائے۔[2]

---

[1] دائرۃ المعارف للبستانی ج ۷ ص ۳۴۴ [2] احیاء علوم الدین کتاب الحلال والحرام، باب فی مراتب الشبہات ج ۲ ص ۹۲

علامہ بدر الدین عینی مشتبہات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وبینھما امور مشتبہات، ای الوسائط التی یکتنفھا دلیلان من الطرفین بحیث یقع الاشتباہ ویعسر ترجیح دلیل احد الطرفین[1]

یعنی مشتبہات وہ درمیانے امور ہیں جو دونوں طرف (یعنی حلال وحرام) سے دلائل رکھتے ہوں۔ اور اس طور سے ان میں شبہ واقع ہو جائے کہ کسی ایک طرف کی دلیل کو ترجیح دینا مشکل ہو جائے۔

مشتبہات کا حکم[2] مشتبہات کے حکم میں اختلاف رہا ہے کسی نے ان کو حرام کہا تو کسی نے مکروہ۔ کسی نے حرام یا مکروہ کوئی بھی نام دئے بغیر صرف اتنا کہا کہ اس سے بچنا تقویٰ ہے۔

صاحب عمدۃ القاری لکھتے ہیں کہ امام المازریؒ نے فرمایا۔ المشتبھات المکروہ لایقال فیہ حلال و حرام بین یعنی مشتبہات مکروہات ہی ہیں ان کو حلال وحرام نہیں کہا جا سکتا۔

خطابیؒ نے ایک مثال دیتے ہوئے مشتبہ کو مکروہ قرار دیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں جب کسی کے مال میں شبہ ہو کہ اس میں سود کا اختلاط ہو گیا ہے تو اس کا معاملہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

قرطبیؒ نے کہا کہ مشتبہات کے حکم میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کسی نے کہا کہ یہ حرام ہیں کیونکہ یہ حرام میں پڑ جانے کا باعث ہوتے ہیں اور کسی نے کہا کہ یہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ حرام میں پڑ جانے کا باعث ہوتے ہیں اور کسی نے کہا کہ یہ مکروہ ہیں اور اس کو ترک کرنا تقویٰ ہے کسی نے کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نام نہیں دیا جاتا۔ لیکن یہ دوسری بات صحیح ہے کیونکہ شریعت نے اسے حرام سے نکال دیا ہے۔ پس یہ ایسی چیز ہے جو مشکوک ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

"دع ما یریبك الی ما لا یریبك" (یعنی جو تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور جو شک میں نہ ڈالے اُسے اختیار کرو) یہی تقویٰ ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ حلال ہیں لیکن تقویٰ یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ عبارت صحیح نہیں کیونکہ حلال کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ اس کا فعل اور ترک دونوں برابر ہوں۔ اس طرح یہ مباح ہو جاتا ہے۔ جس سے بچنا تقویٰ تصور نہیں کیا جاتا۔ لیکن اگر کسی چیز کا فعل و ترک ایک دوسرے پر قابل ترجیح ہوں تو اس صورت میں وہ مباح کی تعریف سے نکل جاتی ہے۔ اس صورت میں اگر "ترک" راجح ہو "فعل" پر تو وہ

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الایمان۔ باب فضل من استبراء لدینہ وعرضہ [2] "مشتبہات کا حکم" کے تحت ساری بحث عمدۃ القاری کی تفصیل کا اجمال ہے ملاحظہ ہو ج ا۔ کتاب الایمان۔ باب فضل من استبراء لدینہ ص ۲۹۹، ۳۰۰

چیز مکروہ ہوتی ہے اور "فعل" راجح ہو "ترک" پر تو وہ چیز مستحب ہوتی ہے

محارم الٰہی اور حیلے سازیاں

حلال و حرام کے ان واضح احکامات کے بعد کسی طرح بھی یہ جائز نہیں کہ محض خود ساختہ حیلے بہانوں سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر دینے کی کوشش کی جائے۔ یہ کھلی منافقت رہے جو چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دی ہے وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے جائز اور حلال نہیں کہہ سکتی۔ یہودیوں نے جھوٹے حیلے بہانوں سے یہ حرکت کی تھی جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی مثال دیتے ہوئے امت مسلمہ کو وصیت کی

"لا ترتکبوا ما ارتکب الیھود وتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل" [1]

یعنی تم ہرگز وہ کام نہ کرنا جو یہود کیا کرتے تھے کہ معمولی حیلے بہانوں سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال بنانے پھرو۔

جو چیز حرام ہے ایک بادشاہ، حکمران اور صاحب اقتدار کے لئے وہی چیز غریب کے لئے بھی حرام ہے جو چیز مقتدی کے لئے حرام ہے وہ چیز امام کے لئے بھی حرام ہے۔ اسلامی احکام پر عمل کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں۔ عرب و عجم۔ سرخ و سفید۔ اعلیٰ و ادنیٰ۔ امیر و غریب سب کے لئے اللہ کے محارم حرام ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء حلال ہی ہیں۔ کوئی کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ ہر چیز کی حلت و حرمت کا مدار خدا اور رسول کا حکم ہے۔ نہ کسی کی ذاتی حیثیت و شان جو چیز ایک کے لئے حرام ہے وہ دوسرے کے لئے بھی حرام ہے۔ شریعت کی نظر میں حرام کاری حرام ہی ہے چاہے اس کا اثر مسلمان پر پڑے یا کافر پر۔ مثلاً چوری حرام ہی ہے چاہے وہ مسلمان کے گھر سے ہو یا کافر کے گھر سے۔ ظلم و تعدی۔ دھوکہ و دغا۔ منافقت و بے ایمانی حرام ہی ہیں جس کسی کے ساتھ بھی ہو۔ شریعت کی نظر میں برائی برائی ہی ہے۔ موقع و محل اس کا کوئی بھی ہو۔ شکل و صورت اس کی جیسی بھی ہو۔ کسی کی نیت کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ نہ حرام کو حلال ٹھہرا سکتا ہے اور نہ حلال کو حرام ٹھہرا سکتا ہے۔

حرام کے جملہ ذرائع بھی حرام ہوتے ہیں۔ چوری۔ بدکاری۔ رہزنی۔ قتل و ڈکیتی جس طرح حرام ہیں اسی طرح ان کی مدد و معاونت بھی حرام ہے۔ شراب کا بنانا۔ بیچنا اور تقسیم کرنا بھی اتنا ہی حرام ہے جتنا کہ اس کا پینا۔ سود لینا حرام ہے لیکن ساتھ ہی اس کا دینا۔ اس کی کتابت کرنا۔ اس کی گواہی دینا اور ایجنٹی کرنا بھی اتنا ہی حرام ہے جتنا کہ اس کا لینا اور کھانا۔

---

[1] بحوالہ بیسس آف شریعہ ص ۵۶۹

احکام الٰہیہ کے ساتھ کھیلنا اور انہیں اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنا صریحاً حرام ہے پچھلی قوموں کو اسی جرم کی پاداش میں سخت ترین عذاب دیئے گئے۔ قرآن حکیم یہودیوں کی مثال سے سمجھاتا ہے کہ انہیں کہا گیا کہ ہفتے کے دن مچھلی کا شکار مت کرو۔ لیکن انہوں نے اس حرام کاری کو اپنے لئے ایک چالبازی سے تبدیل کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ جمعہ کے دن گڑھے کھودا کرتے تھے تاکہ ان کے اندر مچھلیاں آکر جمع ہوسکیں اور وہ اگلے دن آسانی سے انہیں پکڑ سکیں۔ اس خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا اور ایک عبرت ناک عذاب میں مبتلا کیا۔[1]

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج ملت اسلامیہ کے اندر بھی ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جنہوں نے یہودیوں کے نقش قدم پر چل کر احکام الٰہیہ کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا ہے یہ لوگ جعلی اور خود ساختہ حیلے بہانوں سے ان چیزوں کو حلال ٹھہرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو قرآن و سنت میں صریحاً حرام ٹھہرائی گئی ہیں۔ دور حاضر میں اس طرح کے مسلمانوں کے لئے دو چیزوں میں زیادہ کشش ہے ایک شراب خوری اور دوسرے سود خوری۔ شراب اور خمر کو وسکی اور بیئر جیسے خوبصورت نام دے کر بے دریغ پیتے ہیں۔ اور جواز کے فتوے صادر کرتے ہیں۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے۔

"یستحلن طائفۃ من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا"[2]

یعنی میری امت میں ایک گروہ ایسا اٹھے گا جو شراب کو دوسرے نام دے کر حلال ٹھہرائے گا۔

ایسا ہی سود کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"یاتی علی الناس زمان یستحلون الربا باسم البیع"[3]

یعنی ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ سود کو بیع و تجارت کے نام سے حلال ٹھہرائیں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ | کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس زمانے میں حلال کا تصور ہی ناممکن ہے اس لئے کہ جملہ وسائل رزق پر حرام کا غلبہ ہے۔ لہٰذا جو کھایا جا رہا ہے وہ حرام ہی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بسا اوقات دین دار لوگ اس طرح کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ حالاں کہ شریعت کی رو سے یہ بات سراسر غلط ہے۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ طیب لا یقبل الا طیباً۔ وان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال تعالیٰ

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ سورہ البقرہ آیت ۶۵۔ سورہ الاعراف آیت ۱۶۳، ۱۶۶ [2] مسند احمد بن حنبل

[3] تبیین تسہیل شریعہ ص ۵۷۰ بحوالہ اغاثۃ اللہفان ج ۱ ص ۳۵۲

یا ایہا الرسل کلوا من طیبات واعلموا صالحاً وقال تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم"[1]

یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا رسول کو دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ اس حدیث کو دیکھ کر یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حلال (طیب) کا وجود نہیں یا حلال کا حصول ناممکن ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو گی۔ ایک یہ کہ انسان مکلف ہے ہی نہیں۔ اور دوسری یہ کہ انسان کو محال سے مکلف کیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ اور شریعت مطہرہ ان سے منزہ ہے حلال اور طیب کا وجود ہر زمانے میں ہے اور اس کا حصول بھی ہر وقت ممکن ہے۔ اس لئے تو انسان کو اس کا مکلف بنایا گیا۔ ورنہ کبھی نہ ہوتا۔ چنانچہ قرآن حکیم کا واضح ارشاد ہے۔

"لا یکلف اللہ نفساً الّا وسعہا"[2]

یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

لہٰذا عمل صالح اور اکل حلال پر انسان قادر ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت نے اسے مکلف کیا ہے۔ ورنہ جب بھی ایسی صورت پیش آئے کہ انسان مجبور ہوا۔ اور زندگی اس کی خطرے میں پڑ جائے تو شریعت بھی اس کی تکلیف کو اٹھا دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ"[3]

یعنی جو کوئی مجبور ہوا۔ جب کہ بغاوت پر نہ اترا ہو اور حد سے گزرنے والا بھی نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

لیکن ایسی شدید اضطراری کیفیت کے علاوہ انسان اکل حلال ہی کا مکلف ہے۔

ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے۔

"لو کانت الدنیا دماً عبیطاً لکان قوت المؤمن منہا حلالاً"[4]

یعنی اگر دنیا گندہ خون ہوتی۔ پھر بھی مومنوں کا رزق اس میں سے حلال ہوتا۔ ایک اور روایت میں یہی مفہوم یوں ادا کیا گیا ہے۔ "لو کانت الدنیا برکۃ دم لکان رزق المومن منہا حلالاً"[5]

یعنی اگر یہ دنیا گندہ خون کا ایک تالاب ہوتی پھر بھی اس سے مومن کا رزق حلال ہوتا۔

ان ارشادات سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حلال موجود ہے اور باقی ہے اور مومن اس کا مکلف ہے۔

---

[1] صحیح مسلم [2] سورہ بقرہ آیت ۲۸۶ [3] ایضاً آیت ۱۷۳ [4] بحوالہ مجلۃ الایمان۔ اپریل مئی ۱۹۶۶ء رباط [5] ایضاً

نہ اس کا انکار صحیح ہے اور نہ اس کے فقدان کا دعویٰ۔ نہ زمانۂ ماضی نہ عصرِ حاضر میں اور نہ مستقبل میں۔ جن لوگوں نے اس کے عدم وجود کی بات کہی انہوں نے خود کو بھی ورطے میں ڈالا اور دوسروں کو بھی۔ جہلا اس طرح کی باتوں سے حرام خوری کو اپنی مجبوری سمجھ کر خوب اس میں پڑ جاتے ہیں اور شریعت مطہرہ کے مقرر کردہ حدود کی پروا مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں۔

اہل باطل کو اپنی باتوں سے کہنے کا موقعہ ہاتھ آیا کہ اسلامی احکام میں تنگی ہے۔ سراسر تکلیف اور حرمان ہے جس پر عمل کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے (نعوذ باللہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقررہ کردہ حدود کو ایک طرف رکھ کر اعلان کیا:۔

"الحلال ما حل بالید" یعنی حلال وہ ہے جو ہاتھ سے کیا جائے۔[1]

جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی قاعدے اور ضابطے کے انسان اپنے ہاتھ سے جو کچھ حاصل کرے وہ اس کے لئے حلال ہے۔ اس قسم کے ہفوات دین سے خروج ہے اور بہت بڑی گمراہی ہے۔

حق یہ ہے جس سے سرمو اعراض نہیں کیا جا سکتا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ رب العزت نے حلال ٹھہرایا۔ اور حرام وہ ہے جسے اللہ رب العزت نے حرام ٹھہرایا۔ اور دونوں ظاہر اور باہر ہیں نہ ان میں کوئی اخفا ہے اور نہ شک و تردد کی کوئی گنجائش۔ ہاتھ سے کمائی ہوئی چیز مطلق حلال ہے نہ حرام۔ اگر مومن بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سنت نبویہ کو سامنے رکھ کر چلے تو ہر کسب اور تجارت اس کے لئے حلال اور پاک ہے۔ ہر تاجر جو عامۃ الناس کے لئے جذبۂ خیر سے سرشار ہو۔ ظلم و تشدد، بے ایمانی، دھوکہ دہی، احتکار اور غش سے دور رہ کر حلال کا خیال کرتے ہوئے کمائی کرتا ہے تو بھلا اس کے مال کو کون حرام کہہ سکتا ہے۔ ہر عامل جو اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کے حضور خود کو جواب دہ سمجھ کر ملتا رہے تو اس کی کمائی کیونکر غیر حلال ٹھہرائی جا سکتی ہے۔ یہ اور اس جیسے دیگر ارزاق حلال ہی ہیں اس بات میں نہ کوئی شبہ ہے اور نہ تردد کی کوئی گنجائش۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان اصبت فمن اللہ ان اخطئت فمن نفسی واللہ غفور رحیم۔

---

[1] بحوالہ مجلۃ الایمان

افریقہ میں قحط کا مہیب سایہ

ایتھوپیا میں کام کرنے والے بین الاقوامی ریڈ کراس کے ایک کارکن نے بتایا کہ شمالی ایتھوپیا کے ایک دور
دراز قصبے بائی میں انہوں نے عارضی طور پر ایک ریلیف کیمپ لگایا۔ بائی کی آبادی اس وقت تین ہزار تھی۔ امن کیمپ
کی جیسے ہی نواح میں خبر پہنچی بائی کی آبادی چند ہفتوں میں بڑھ کر پندرہ ہزار ہو گئی۔ اور رپورٹ کے وقت (یعنی
آخر اکتوبر میں) بائی کی آبادی کی تعداد ۲۵ ہزار ہو گئی۔

ریڈ کراس ہی کی ایک دوسری ٹیم بائی سے ۲۱۰ میل اوپر چلی گئی تاکہ معلوم ہو کہ دور دست علاقوں کی کیا
کیفیت ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے قصبے کیہا پہنچے یہاں انہوں نے جو منظر دیکھا وہ اس کو دیکھ کر دہشت زدہ رہ
گئے ۹ ہزار افراد لق دق چٹیل میدان میں کھلے آسمان کے نیچے بے حس و حرکت لاشوں کی طرح پڑے تھے۔ غیر ملکیوں
کی ٹیم دیکھ کر ان لاشوں میں حرکت آئی۔ اور ان کے ہاتھ ان کی جانب یوں اٹھے گویا وہ کچھ کھانے کو مانگ رہے ہیں
اس ٹیم میں ایک ڈاکٹر تھا وہ کہتا ہے۔

ایک کمبل پر مکھیوں کی فوج بیٹھی ہوئی تھی میں نے اسے الٹ کر دیکھا تو اس کے نیچے
ایک عریاں لاش پڑی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس کو مرے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔
کچھ فاصلے پر ایک بوڑھی عورت مری پڑی تھی اور اس کے چہرے پر مکھیاں اسی طرح بھنبھنا
رہی تھیں۔ ایک شخص سے میں نے پوچھا تمہارے گھر میں تو کوئی موت واقع نہیں ہوئی اس نے
کہا میرے تین بچے مر گئے ہیں۔ پھر اس نے تھوڑے وقفے کے بعد کہا اب تو یہ بھی یاد نہیں رہا
کہ گاؤں میں کتنے بڑے اور کتنے بچے مرے ہیں۔

ریڈ کراس ہی کا بیان ہے کہ ایتھوپیا کے ۶۰ لاکھ باشندے شدید قحط کی زد میں ہیں۔
ان میں سے اس وقت تک ۳ لاکھ ہلاک ہو چکے ہیں اور ماہرین کا خیال ہے کہ یہ قحط دس
لاکھ افراد کی جان لے کر رہے گا۔

ریڈ کراس اور مغربی صحافیوں کی یکساں رپورٹ ہے کہ ایتھوپیا میں بھوک سے لقمۂ اجل بننے والوں کی تعداد
اس وقت ایک سو روزانہ ہے۔ ایتھوپیا سب سے زیادہ قحط زدہ ہے اس کے بعد موزمبیق ہے جس کی آبادی

ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے۔

موزنبیق کے دو لاکھ باشندے بھوک سے ہلاک ہو چکے ہیں۔

ایک غیر ملکی نامہ نگار جب موزنبیق پہنچا تو اس نے کہا مجھے یوں معلوم ہوا گویا پورا موزنبیق اپنا گھر بار چھوڑ کر باہر نکل آیا ہے اس کی رپورٹ کے مطابق

دیہاتوں پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ لنگڑاتے ہوئے مریل لوگوں کی لمبی لمبی قطاریں رینگ رہی ہیں ان میں اکثر قلت خوراک کی وجہ سے اپنی بینائی بھی کھو چکے ہیں وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں ہر آدمی دوسرے کے سہارے چلتا ہے۔

اس نامہ نگار نے ایک شخص سے پوچھا۔ تم ٹھیک ہو؟ اس نے کہا

ہم تین سال سے فاقے کاٹ رہے ہیں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کب پیٹ بھر کر روٹی کھائی تھی۔

چاڈ اس وقت جنگ کی حالت میں ہے ایک طرف توپیں آگ اگل رہی ہیں تو دوسری طرف بھوک کا عریاں رقص ہے نیوز ویک کا ایک نامہ نگار خود چاڈ جاتا ہے اور وہاں سے رپورٹ بھیجتا ہے۔

ڈدیا کے امدادی کیمپ پر بھوکی ماؤں کی لمبی قطار لگی ہوئی ہے ان کی مرجھائی ہوئی چھاتیوں سے چوہوں کے سے بچے چپکے ہوئے تھے۔ اس قصبے میں دو ہفتوں میں قریب دو سو بچے مر گئے ہیں۔ اکثر لوگ صرف پتے کھا کر گزارہ کرتے ہیں۔ چاڈ میں پچھلے چند ماہ میں چار ہزار افراد بھوک سے لقمۂ اجل بنے۔ دو لاکھ افراد اپنے گھر بار چھوڑ کر خوراک کی تلاش میں نکل گئے ہیں۔

نیوز ویک کا نامہ نگار لکھتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ چاڈ کو خوراک کیسے پہنچ سکتی ہے یہ ملک متحارب فوجوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس کی قریب ترین بندرگاہ بارہ سو میل دور ہے۔ جب تک خوراک جائے گی چاڈ کی بیشتر آبادی موت کے منہ میں جا چکی ہو گی۔

چاڈ میں جنگ ہو رہی ہے لاکھوں روپے کا بارود پھونکا جا رہا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ پورے ملک میں پختہ سڑک کی لمبائی صرف ۶۰ میل ہے۔

یہی کیفیت موریطانیہ کی ہے۔ یہاں خاک اڑ رہی ہے زمین و آسمان ہم رنگ ہو رہے ہیں بیس سال کی مدت میں سرسبز علاقے ریت میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

لوگوں کو اب یہ بھی یاد نہیں رہا کہ پچھلی بارش کب ہوئی تھی

مولانا شمس تبریز خاں
رفیق مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

قسط ۲

تاریخ اسلام میں شیعیت و باطنیت کا منفی کردار

بعض باطنی اور اسماعیلی فرقے اور ان کے عقائد

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں (جو علامہ عبدالقاہر اور امام غزالی کا بھی قول ہے) کہ انہیں باطنیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ظاہری الفاظ کے ایسے باطنی معنی ہیں جو چھلکے کے مقابلے میں مغز کا حکم رکھتے ہیں اور جو علم باطن میں ترقی کر جاتا ہے۔ اس سے تکلیف شرعی ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس سے آرام پا جاتا ہے ان کا اس سے مقصد شریعت کو ختم کرنا ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے عقائد کو ظاہری احکام سے ہٹا دیا تو ایسے باطنی دعوے کرنے لگے جو دین سے تعلق ختم کر دیتے ہیں انہیں محمرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بابک خرمی کے زمانے میں سرخ کپڑے پہنتے تھے جو ان کا شعار تھا۔ انہیں سبعیہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ سات ستارے عالم سفلی کے مدبر ہیں اور انہیں تعلیمیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق کو امام معصوم کی تعلیم کی طرف بلاتے ہیں۔

ان کا مقصد شریعت کا خاتمہ ہے اس لئے کہ ان کی دعوت متعین نہیں بلکہ ہر جماعت سے اس کی رائے کے مطابق بات کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی غرض سب پر حاوی ہونا ہے۔ باطنیہ کے پردوں میں کم عقل، جاہ پسند، طالع آزما، عوام دشمن، لذت پسند اور عقلیت زدہ انسان ہی نظر آتے ہیں۔ جن سے وہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے ان کی مرضی کے مطابق کام کیا تو وہ امام اور نبی کے درجے پر پہنچ جائیں گے۔ اور بتدریج ترقی کرتے کرتے حجت، پھر امامت، پھر رسالت کے درجے پر پہنچ جاتا اور (نعوذ باللہ) خدا سے مل کر خدا ہو جاتا ہے [۱]

امام عبدالقاہر بغدادی نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ باطنیہ کے پردوں میں وہ عوام ہیں جو بصیرت سے خالی ہیں۔ جیسے نبطی۔ کرد۔ مجوسی۔ اور دوسرے وہ شعوبی ہیں جو عجم کو عرب پر فضیلت دیتے

---

[۱] ایضاً ص ۶۳ تا ۶۷

دیتے ہیں اور عجم کی حکمرانی کے خواہشمند ہیں۔

تیسری قسم بنی ربیعہ کے بے وقوفوں کی ہے۔ جو آں حضرتؐ کے مضری ہونے سے خفا ہیں۔ عبداللہ بن خازم السلمی نے اپنے خطبہ خراسان میں کہا کہ ربیعہ اللہ تعالیٰ سے اپنے نبیؐ کو مضر سے مبعوث کرنے پر خفا ہیں اسی وجہ سے بنو حنیفہ نے مسیلمہ کذاب سے بیعت کی تھی۔ کہ شاید یہ بنی ربیعہ کا نبی بن جائے[1]

علامہ ذہبی نصیریہ کے بارے میں کہتے ہیں: "یہ محمد بن نصیر کے پیرو ہیں۔ جو امامی شیعہ تھا۔ نصیریہ زمانے کے ساتھ برابر بدلتے رہے۔ علامہ ابن تیمیہ کے زمانے میں ان کے تلمیذ ابن مری شافعی نے ان کے عقائد کے بارے میں بتایا کہ وہ حضرت علیؓ کو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حجاب، سلمان فارسی کو باب اور حضرت علیؓ کو خالق ارض و سما مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آدم اسم تھے اور معنی حضرت شیثؑ تھے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسم تھے اور معنی حضرت علیؓ۔ اسی کے ساتھ وہ عالم کی قدامت، تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔ اور قیامت کا انکار کرتے ہیں اور جنت و جہنم کو دنیاوی چیز سمجھتے ہیں۔ پانچ نمازوں کا مطلب پنج تن علیؓ، حسنؓ، حسینؓ، محسن اور فاطمہؓ کو بتاتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ نصیریہ، اسمٰعیلیہ اور باطنیہ، شیعہ امامیہ ہی سے پیدا ہوئے[2]

نصیریہ کی بڑی تعداد شام میں ہے جو اب اپنے کو علویین کہتے ہیں۔ شام و لبنان میں بسنے والے دروزیوں کے بارے میں مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں:

"شام کے اسماعیلی فی الحال تین فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ سویدانی، خضروی اور دروز۔ سب سے زیادہ جماعت تو دروز کی ہے جنہوں نے حسن بن صباح کے اصول چھوڑ کر ایک نیا مذہب بنا لیا ہے۔ اس مذہب کی ابتداء یوں ہوئی:۔

گیارھویں صدی عیسوی میں خلفائے بنی فاطمہ مصر میں سے الحاکم بامر اللہ نے جب پرانے خیال کے مسلمانوں پر بے انتہا مظالم کر کے تمام مخالف قوتیں توڑ دیں تو اس کے اشارے یا اس کی ہیبت و جبروت نے اس کی نسبت ایک نیا خیال پیدا کیا۔ محمد بن اسمٰعیل نامی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ خلیفہ الحاکم خداوند جل و علا کا ایک مظہر کامل ہے۔ اس اصول نے خلیفہ یا امام کی ذات میں ایک شانِ الوہیت پیدا کر دی۔ اور اسے ایک پورا دیوتا بنا دیا۔ خوشامد آمیز عقیدت الحاکم کو ایسی پسند آئی کہ اس کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ حکومت کے زور سے اور لوگوں کو بھی اس عقیدے کا پابند بنانے لگا۔ اس طریقے سے جو لوگ محمد بن اسمٰعیل کے ہم عقیدہ بنائے گئے

---

[1] الفرق بین الفرق ص ۲۶۶ [2] مختصر منہاج السنۃ للذہبی ص ۹۷، ۹۹ (دمشق ۱۳۷۴ھ)

ان لوگوں کو دروز کا خطاب دیا گیا۔

اس مذہب کا سب سے بڑا داعی اور رواج دینے والا حمزہ بن علی نامی ایک شخص تھا جس کے خطوط
تبلیغ کا ایک مجموعہ یورپ میں چھپا ہے۔ یہ مجموعہ "کتاب الدروز" کے نام سے مشہور ہے۔ اور فرقہ دروز
میں قرآن سے زیادہ مقبولیت و وقعت رکھتا ہے۔ حمزہ نے اس فرقہ والوں کے سامنے یہ اصول پیش کیا کہ
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف قرآن کی تنزیل یعنی ظاہری ولغوی معنوں کو سمجھ سکتے تھے۔ ان کے اصطلاحی،
اصلی اور مرادی معنی فقط حاکم بامر اللہ ہی سمجھا جس میں شانِ الوہیت پائی جاتی تھی ــ دروز کا واقعی یہ عجیب
اعتقاد ہے۔ کہ قرآن کی حقیقت اور اس کے بذریعہ وحی نازل ہونے کے تو معتقد ہیں مگر آں حضرت کو برا بھلا بھی
کہتے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں میں (؟) یہ عجیب فرقہ ہے جس نے اپنے آپ کو قریب قریب تمام اسلامی
شعائر اور مذہبی قیدوں سے آزاد کر لیا ہے۔ نہ ختنہ کرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں۔ نہ روزہ رکھتے ہیں۔ شراب
بے تکلف پیتے ہیں۔ سور کا گوشت کھاتے ہیں کبھی کسی قسم کا تامل نہیں کرتے۔ اور ازدواج و نکاح بہت سی
رسموں اور قیدوں میں بھی شریعت اسلام کا کچھ پاس و لحاظ نہیں کرتے[1]

جمال الدین قفطی لکھتا ہے۔ فرقہ باطنیہ کے بعض لوگ اس حکیم (ابیذقلیس یونانی) کو اپنا پیشوا خیال کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ ابیذقلیس چند باتیں رمز و کنایہ میں کہہ گیا ہے۔ جن کا علم آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا۔
لیکن میں نے اس حکیم کی تصانیف دیکھی ہیں ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی۔

اسلام میں اس فلسفی کا مشہور پیرو محمد بن عبد اللہ الجبلی القرطبی ہے، جو اپنے مرشد کے فلسفے کا بڑا
شیدائی تھا اور زندگی بھر اس کی اشاعت کرتا رہا۔ (م ۳۱۹ھ)[2]

عبد الکریم شہرستانی (۴۷۹-۵۴۸ھ) لکھتے ہیں۔

"ان لوگوں کو باطنی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر ظاہر کا باطن اور ہر آیت کی تاویل کے قائل ہیں انہیں
اور القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، عراق میں وہ باطنیہ، قرامطہ اور مزدکیہ اور خراسان
میں تعلیمیہ و ملاحدہ کہلاتے اور وہ اپنے کو اسماعیلیہ کہتے ہیں۔ قدیم باطنیوں نے اپنے
عقائد میں فلاسفہ کے اقوال شامل کر لئے تھے۔ اور اپنی کتابیں بھی اسی طرز پر لکھی تھیں"[3]

عبد القادر بغدادی (م ۴۲۹ھ) نے باطنیہ پر بہت تفصیل سے لکھا ہے اور ان کی تاریخ اور ان کے عقائد

---

[1] حسن بن صباح (مکتبہ اردو لکھنؤ ص ۵۹، ۶۳) [2] تاریخ الحکماء ص ۴۸، ۴۹ (دہلی ۱۹۴۵ء) [3] الملل والنحل ص ۲۹۔ مصر ۱۳۲۰)

دوسرے متکلمین کے تبصرے نقل کرنے کے بعد اپنی فیصلہ کن رائے بھی دی ہے۔ اس طرح پرانے لکھنے والوں میں وہ باطنیہ پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہاں ان کی تفصیلی تحریر کا مختصر خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

" باطنیہ کے اغراض ومقاصد کے بارے میں متکلمین اسلام میں اختلاف ہے۔ ان کی اکثر تعداد کا کہنا یہ ہے کہ باطنیہ کا مقصد، قرآن وسنت کی تاویل کرکے مجوسیت کی طرف بلانا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ان کا بانی میمون بن دیصان مجوسی اور اہواز کے غلاموں میں تھا۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے بھی لوگوں کو اپنے باپ کے دین کی طرف بلایا۔ اسی طرح ان کا ایک داعی البرذعی نے اپنی معروف کتاب " المحصول " میں لکھا ہے کہ مبدع اول نے نفس کو پیدا کیا۔ پھر اول اور ثانی سات ستاروں اور چار طبائع کے ذریعے دنیا کو چلاتے ہیں اور یہ بالکل مجوسی عقیدہ ہے۔ بعض لوگوں نے باطنیہ کو صابئین حرّان سے منسوب کیا ہے۔ اور یہ دلیل دی ہے کہ میمون کے بعد باطنیہ کا داعی حمدان قرمط حرّان کے صابیوں میں سے تھا۔ جو اپنا دین چھپاتے ہیں۔ اور صرف اپنے آدمیوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور باطنیہ کی بھی یہی طرز ہے۔

دین باطنیہ کے بارے میں میرا یقین یہ ہے کہ وہ دہری وزندیق ہیں وہ عالم کو قدیم مانتے، رسولوں اور شریعتوں کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ من مانی کرنے کا میلان رکھتے ہیں۔ میں نے ان کی کتاب " السیاستہ والبلاغ الاکید والناموس الاعظم " میں جو عبیداللہ بن الحسن قیروانی کا خط سلیمان بن الحسن الجنانی کے نام ہے جس میں اس نے تاکید کی ہے کہ لوگوں کو ان مرغوبات کے ذریعے دعوت دو جن کی طرف وہ میلان رکھتے ہیں اور ہر ایک پر یہ ظاہر کرو کہ تم اسی کے آدمی ہو اور جس میں " صلاحیت " دیکھو اس پر اپنا راز ظاہر کرو۔ اور اگر کوئی فلسفی مل جائے تو غنیمت سمجھو کیونکہ فلاسفہ ہی ہمارا سرمایہ ہے۔

اس نے خط میں آخرت اور عذاب وثواب کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جنت مراد دنیا کا آرام اور عذاب سے مراد متشرع لوگوں کا نماز، روزہ، حج اور جہاد میں مشغول ہونا ہے۔ اس نے اسی خط میں لکھا ہے کہ اہل شریعت ایسے خدا کو پوجتے ہیں جسے پہچانتے نہیں اور اس کے نام کے سوا اس کے جسم تک رسائی نہیں۔

اس نے لکھا ہے کہ دہریہ کی عزت کرو کہ وہ ہمارے اور ہم ان کے ہیں، اسی

طرح وہ معجزات، نزول ملائکہ، بلکہ آسمان میں وجود ملائکہ کے وجود ہی کے منکر ہیں اور
اپنے داعیوں کو ملائکہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اپنے مخالفین کو شیطان کہتے ہیں۔ وہ انبیاء
علیہم السلام کو نبوت کے ذریعہ قیادت کے خواہشمند بتاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہر وہ
رکن شریعت کی گمراہانہ تاویل کرتے ہیں۔ ان کے ہاں نماز کے معنی اپنے امام کی پیروی
حج کے معنی اس کی زیارت اور خدمت۔ صوم کا مطلب، امام کے راز کا افشانہ کرنا
زنا کا مطلب بغیر عہد و پیمان لئے اپنے مذہب کا راز بتانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو
عبادت کا مفہوم سمجھ گیا اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اس کی دلیل (واعبد
ربک حتی یاتیک الیقین (حجر ۹۹) سے دیتے اور یقین کا مطلب تاویل بتاتے ہیں۔

قیروانی نے اپنے رسالہ میں سلیمان بن الحسن کو لکھا ہے کہ لوگوں کو قرآن۔ تورات۔ زبور
اور انجیل کی طرف سے شک میں مبتلا کر دو اور انہیں ابطال شریعت اور انکار
آخرت و ملائکہ کی دعوت دو۔ رسالہ کے آخیر میں کہتا ہے کہ اس آدمی پر سخت تعجب
ہے جو عقل کا مدعی ہو اور اس کی خوبصورت بہن یا بیٹی ہو (اور اس کی بیوی
حسین نہ ہو) پھر بھی وہ انہیں اپنے اوپر حرام سمجھے اور ان کا دوسرے سے نکاح
کر دے۔ اگر اس جاہل کو عقل ہوتی تو اپنی بہن بیٹی کا اپنے کو مستحق سمجھتا۔ مگر ایسا
اس لئے ہوا کہ ان کے نبی نے ان پر اچھی چیزیں حرام کر دیں اور ایک غیر معقول و
غائب خدا کا خوف پیدا کر دیا ہے اور ان میں حشر و حساب اور دوزخ و جنت کی
خبریں بتائیں جنہیں وہ کبھی نہیں دیکھیں گے۔ اس طرح اس نے انہیں غلام اور
اپنی زندگی میں اپنا اور اپنے خاندان کا وفادار بنا دیا۔ اور ان کے مال کا استحصال
کیا گویا ان سے اپنا معاملہ نقد کیا اور ان سے ادھار کا وعدہ کیا۔

عبدالقاہر بغدادی (م ۴۲۹ھ) اپنی مشہور کتاب "الفرق بین الفرق" کی سترھویں فصل "باطنیہ
کے خارج از اسلام ہونے کے بیان میں" فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں پر باطنیہ کا ضرر یہود و نصاریٰ اور مجوس سے بھی زیادہ ہے۔ بلکہ تمام دہریوں، ہر قسم کے
کافروں اور آخیر زمانہ میں ظاہر ہونے والے دجال کے ضرر و نقصان سے بھی کہیں بڑھا ہوا ہے کیونکہ باطنی
دعوت کے ظہور سے اب تک اس کے ذریعے گمراہ ہونے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے اس لئے کہ فتنہ
دجال تو کل چالیس دن رہے گا۔ جب کہ باطنیہ کے دجل و فریب ریت کے ذروں اور بارش کے قطروں سے

بھی زیادہ ہیں۔

اصحاب مقالات اخوان الصفا کا کہنا ہے کہ 'باطنی دعوت' کی بنیاد ایک جماعت نے رکھی ہے جن میں سے ایک میمون بن دیصان القداح بھی تھا۔ جو جعفر بن محمد صادق کا غلام اور اہواز کا رہنے والا تھا۔ ان میں محمد بن الحسین، الملقب بہ ذیذان بھی تھا۔ یہ دونوں جب والئ عراق کی قید میں تھے تو انہوں نے وہاں باطنی مذہب کے قیام کی سازش کی۔ سب سے پہلے اس جماعت میں الجبل کے کردوں کے ساتھ البدین نامی شخص داخل ہوا۔ پھر میمون بن دیصان المغرب کی طرف چلا گیا اور اپنے کو عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ظاہر کیا۔ پھر غالی رافضیوں اور حلول کے قائلوں کی تائید پاکر محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کی نسل سے ہونے دعویٰ کیا۔ حالاں کہ انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تھی۔

پھر اس باطنی دعوت میں حمدان قرمط داخل ہوا (اس کجروی، چھوٹے قدموں سے چلنے یا کج مج نویسی کی وجہ سے اسے قرمط کہتے تھے) وہ ابتداء میں سواد کوفہ کا ایک کسان تھا۔ قرامطہ کی نسبت اسی کی طرف ہوتی ہے۔ پھر اس دعوت میں ابوسعید الجنابی داخل ہوا جو بحرین کے علاقے میں غالب آیا۔ اور بنوسنبر اس کی دعوت میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد القداح کی نسل میں سعید بن الحسین پیدا ہوا۔ جس نے اپنا نام نسب بدل کر اپنے کو عبیداللہ بن الحسن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق ظاہر کیا۔ پھر اس کا فتنہ المغرب میں نمودار ہوا۔ اس کی اولاد آج کل مصر کے علاقے پر قابض ہے۔ انہیں میں ابن کرویہ بن مہرویہ الدندانی تلمیذ حمدان اور حمدان کا بھائی مامون نے فارس میں اپنی دعوت دی۔ اسی لئے قرامطہ فارس کو 'مامونیہ' بھی کہا جاتا ہے۔ ارض دیلم میں ابوحاتم نے باطنی دعوت دی۔ نیشاپور میں الشعرانی نے دعوت دی۔ جو ابوبکر بن محتاج کے عہد میں قتل ہوا۔ ماوراءالنہر کے داعی محمد بن احمد نسفی اور ابویعقوب السجزی المعروف بہ بندانہ تھے۔ نسفی نے المحصول اور ابویعقوب نے اساس الدعوۃ، تاویل الشرائع، کشف الاسرار لکھی۔ نسفی اور بندانہ بھی اپنی ضلالت کے سبب قتل ہوئے۔

بابک خرمی | اصحاب تاریخ نے لکھا ہے کہ باطنیہ کی دعوت مامون کے زمانے میں شروع ہوئی۔ اور معتصم کے زمانے میں اشاعت پذیر ہوئی۔ معتصم کے فوجی افسر الافشین نے بھی باطنی دعوت قبول کر لی تھی۔ اور بابک خرمی سے ملا ہوا تھا۔ جو البدین کے علاقے میں بغاوت برپا کئے ہوئے تھا۔ جبل خرمیہ کے مکین مزدکی تھے اس لئے خرمی اور باطنی متحد ہوگئے۔ چنانچہ بابک کے ساتھ اہل بدین اور دیلم کے تقریباً تین لاکھ آدمی ہوگئے۔ خلیفہ نے ان کے مقابلے پر الافشین کو بھیجا۔ خلیفہ اسے مسلمانوں کا مخلص سمجھ رہا تھا۔ حالاں کہ وہ بابک سے ملا ہوا تھا چنانچہ اس نے مسلمان فوجوں کی کمزوریاں بتادیں اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ پھر الافشین کو کمک پہنچی اور

اللہ خرمی والعجلی اور عبداللہ بن طاہر کی فوجیں بھی اس سے مل گئیں اور اس طرح بابکہ اور قرامطہ مسلمانوں کے لئے درد سر بن گئے۔ مسلمانوں نے ان کے خوف سے بیرزند نامی ایک مخصوص بستی بسائی اور فریقین میں کئی سال جنگ چلتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر فتح عطا کی۔ اور بابک قید ہو کر "سر من رائے" میں ۲۲۳ھ میں پھانسی پا گیا۔ پھر اس کا بھائی اسحاق بھی پکڑا گیا اور جرجان و طبرستان کے باغی المازیار کے ساتھ پھانسی دیا گیا۔ بابک کے قتل کے بعد جب خلیفہ کو الافشین کی غداری کا علم ہوا تو اسے بھی سولی دے دی گئی۔

باطنیہ کے بعض اور عقائد اصحاب تاریخ نے لکھا ہے کہ باطنیت کی بنیاد رکھنے والے مجوس کی اولاد اپنے آبائی دین کی طرف مائل تھے۔ مگر مسلمانوں کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کر پاتے تھے۔ ان لوگوں نے ایسے اصول وضع کئے جن میں مجوسیت چھپی ہوئی تھی پھر انہی اصولوں کے مطابق قرآن وسنت کی تاویلیں کیں۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ ثنویہ نور وظلمت کو عالم کا خالق قدیم مانتے ہیں۔ باطنیہ اس کے مطابق عقل ونفس کو خالق مانتے ہیں جو سات ستاروں کے ذریعہ دنیا چلا رہے ہیں۔ باطنیہ صانع اول وثانی کے بھی قائل ہیں جنہیں مجوس یزدان واہرمن کہتے ہیں وہ آگ کی پرستش کا اظہار تو نہیں کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے ایک خوبصورت طریقہ نکالا اور مسلمانوں سے کہا کہ ہر مسجد میں ایک عود دان ہونا چاہیئے جس میں ہر وقت عود و بخور جلتا رہے۔ برامکہ نے ہارون الرشید کو یہ مشورہ دیا کہ خانہ کعبہ کے اندر بھی ایک آتشدان ہو جس میں عود وغیرہ جلتا رہے۔ ہارون الرشید معاملہ کو سمجھ گیا کہ وہ کعبہ کو اس طرح آتشکدہ بنانا چاہتے ہیں چنانچہ یہ بات بھی برامکہ پر ہارون کے عتاب کا سبب بنی۔

پھر باطنیہ نے اصول دین کی مشرکانہ تاویل کرنے کے بعد احکام شریعت کی ایسی تاویل کی جس سے شریعت ہی ختم ہو جاتی۔ یا مجوسی احکام سے مشابہ ہو جاتی۔ چنانچہ انہوں نے بیٹیوں بہنوں سے نکاح جائز بتایا۔ شراب نوشی اور تمام لذتوں کو مباح قرار دیا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بحرین واحسا میں سلیمان بن الحسین قرمطی کے بعد ایک باطنی نے اپنے پیروؤں کے لئے لواطت ضروری قرار دی اور ایسے لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دیا جو اس سے منع کرے اور جو آگ کو اپنے ہاتھ یا منہ سے بجھائے تو اس کا ہاتھ اور زبان کاٹ لی جائے اس کا نام ابن ابی زکریا طامی تھا اس کا ظہور ۳۱۹ھ میں ہوا تھا اس کا فتنہ کچھ عرصہ تک چلا بالآخر اللہ نے اس پر ایسے شخص کو مسلط کیا جس نے اسے اس کے بستر میں ہی قتل کر دیا۔

ہم نے باطنیوں کے مجوس کی طرف میلان کی جو بات کہی ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ روئے زمین پر جہاں کوئی مجوسی ہے وہ باطنیوں کے ظہور کا منتظر اور ان کا ہوا خواہ ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ انہیں حکومت باطنی فرقے ہی کے ذریعے ملے گی۔ بعض نجومیوں کے کہنے پر کہ باطنیہ خلیفہ المکتفی اور المقتدر کے عہد میں اسلامی خلافت کے خاتمہ اور مجوسی حکومت کے قیام کے منتظر تھے مگر اس کے برعکس انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں برابر ذلت وشکست کا سامنا کرنا پڑا (باقی)

APPLICATIONS ARE INVITED FROM SCIENCE GRADUATES (PHYSICS AND MATHS) FOR THE GRANT OF COMMISSION AS A PAKISTAN NAVAL VOLUNTEER RESERVE OFFICER IN THE EXECUTIVE BRANCH OF THE PAKISTAN NAVY.

ELIGIBILITY CONDITIONS:

1. Nationality : Male citizens of Pakistan domiciled in the country for the last THREE years.
2. Age : 20 to 28 years on 30 September 1985 (Relaxable in deserving cases).
3. Qualification : B.Sc. (Second Division) with Physics and Mathematics.

SELECTION PROCEDURE:

1. Medical Examination at a Military Hospital.
2. Tests/Interview at Inter Services Selection Board.
3. Final Selection at Naval Headquarters.

COMMISSION:

Selected candidates will be granted commission in the rank of Acting Sub-Lieutenant PNVR from the date they report for initial training.

PROBATION:

Candidates granted commission will be on probation for a period of one year from the date of their commissioning.

INELIGIBILITY:

1. Candidates twice rejected by ISSB.
2. Resigned, dismissed/withdrawn from armed forces training institutions.
3. Candidates dismissed/removed from Govt. Service
4. Convicted in a Court of Law.
5. Declared permanently unfit by a Medical Board.

PAY AND ALLOWANCES:

Ag. Sub-Lieut	Rs. 1750/- p.m.
Sub Lieutenant	Rs. 1850/- to 2150/- p.m.
Lieutenant	Rs. 2050/- to 2950/- p.m.
Lieut. Commander	Rs. 2770/- to 3990/- p.m.
Commander	Rs. 3600/- to 4290/- p.m.

Plus:

Outfit Allowance	Rs. 2100/- at the time of initial training.
Kit Allowance	Rs. 250/- per month
*Conveyance Allowance	Rs. 100/- to 285/- p.m.
*Disturbance Pay	Rs. 200/- to 300/- p.m.
*Qualification Pay	Rs. 75/- to 100/- p.m.
*Command/Staff/Charge/ Instructional Pay	Rs. 75/- to 200/- p.m.
*Submarine/Flying Pay	Rs. 600/- p.m.

(* Where applicable)

OTHER BENEFITS:

Free medical treatment, group insurance and accommodation etc. as admissible under the rules with prospects for grant of Short Service/Regular Commission.

APPLICATION FORMS:

For application forms and other details write to the Directorate of Recruitment, Naval Headquarters Islamabad (Ph: 821890) or visit/write to any of the following PN RECRUITMENT AND SELECTION CENTRES:-

a. 7-Liaquat Barracks, Rafiqui Shaheed Road, Karachi (Ph: 516434)
b. 31-B, Ch. Zahoor Elahi Road, Gulberg-II Lahore (Ph: 881354)
c. 57-G Sher Shah Road, Multan Cantt (Ph: 30109)
d. D-85, 6th Road, Satellite Town, Rawalpindi (Ph: 840464).

receipt of applications at Naval Headquarters ectorate of Recruitment, Islamabad.

LAST DATE **30 APRIL 1985**

ڈاکٹر مس جمیلہ سڈل ۔ پشاور یونیورسٹی

عالمِ اسلام کی یگانۂ روزگار شخصیّت

ابنِ سعید المغربی

اندلس کی علمی تاریخ کو اگر دیکھا جائے تو بحرِ علم ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے اور اس کے اندر ایسے ایسے گوہرِ بے مثال ملتے ہیں جن پر امت مسلمہ تاقیامت فخر کرے گی۔

چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں اندلس میں وہ تابندہ ستارہ پیدا ہوتا ہے جس کی روشنی سے گردونواح کی تمام فضا منوّر ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ممتاز مورخ بلند پایہ ادیب اور قادر الکلام شاعر ابو الحسن علی بن موسیٰ ابن محمد بن عبد الملک بن سعید الحسنی، احمد للبجی الغماری ہیں[۱]

آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن اور خطاب نور الدین ہے۔ اور آپ ابن سعید المغربی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب عمار بن یاسر سے جا ملتا ہے[۲] اور اس پر تمام مورخین متفق ہیں۔

آپ کی جائے پیدائش غرناطہ کے قریب قلعہ بنو یحصب ہے جس کا موجودہ نام ALCALA LA REAL ہے[۳]

تاریخ پیدائش خیر الدین الزرکلی کے مطابق ۶۱۰ھ ہے[۴] بغیۃ الوعاۃ میں السیوطی نے ۶۱۰ھ اور شرف الدین الدمیاطی نے بھی ۶۱۰ھ ہی تاریخ پیدائش دی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ۲۲ رمضان ۶۱۰ھ / ۵ فروری ۱۲۱۴ء ہے بعض حضرات نے ۶۱۵ھ لکھا ہے۔ لیکن صحیح ۶۱۰ ہجری ہے۔

ابن سعید المغربی نے ایک انتہائی علم دوست گھرانے میں جنم لیا۔ ان کے والد موسیٰ بن محمد المتوفی ۶۴۰ھ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کے پر دادا عبد الملک بن سعید مرابطین کے گورنر تھے۔ اور آپ کے دادا اور دادا کے بھائی ابو جعفر احمد عمدہ شاعر تھے۔ اور ابو عبد اللہ محمد بن عبد الملک (متوفی ۵۸۹) جو المرابطین کے آخری گورنر یحییٰ کے دربار سے وابستہ تھے اور بعد میں الموحدین کے دربار سے منسلک ہوگئے۔ انہوں نے انہیں اشبیلیہ اور غرناطہ کا گورنر بنایا۔ یہ شعراء کے ممدوح تھے اور مشہور شاعر الرصافی آپ کے مداحوں میں سے ہے[۵]

۱؎ وفات الوفیات ج ۳ ص ۱۰۳ ، ۲؎ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص [illegible] ۳؎ ایضاً ۴؎ الاعلام ۵؎ المغرب فی حلی المغرب جلد ۱ ص ۴ ۔

ابنِ سعید کے والد موسیٰ نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اپنے ہی انداز میں ان کی تربیت کی اور انہیں اس وقت کے بہترین اساتذہ کے سپرد کیا۔ جیسے ابو علی الشلوبینی، ابوالحسن الدبیاج اور ابوبکر بن ہشام وغیرہ ہیں۔ اور آپ کی تعلیم کے لئے اشبیلیہ کو منتخب کیا۔ یہ وہ مقام تھا جسے ان دنوں تعلیمی لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اور اس کے علاوہ ابن سعید کے خاندان کو اشبیلیہ میں سیاسی اثر و رسوخ بھی حاصل تھا۔

ابن سعید المغربی نے علماء اور فضلاء و ادباء سے فیض حاصل کرنے اور حصولِ علم کے لئے طویل سفر کئے آپ کا سب سے پہلا سفر متوکل بن ہود کی وفات کے بعد سیاسی حالات خراب ہونے کی صورت میں پیش آیا یہ سفر مشرق کی طرف تھا۔[۱]

آپ نے تیونس میں قیام کیا اور وہاں کے مشہور و معروف ادیب ابوالعباس التیفاشی سے کمالِ علم حاصل کیا۔ یہاں آپ کا قیام ۶۳۲ھ سے ۶۳۹ھ تک رہا۔[۲] اس کے بعد آپ نے اپنے والد کے ہمراہ مصر اور سکندریہ کا رخ کیا۔ لیکن ۶۴۰ھ میں آپ کے والد کا سکندریہ میں انتقال ہو گیا۔ آپ نے پھر کچھ عرصہ تک وہیں قیام کیا۔[۳] اس کے بعد علی بن سعید قاہرہ روانہ ہوئے۔ قاہرہ کا سفر کافی اہمیت کا حامل ہے۔

المقری، محمد بن شاکر، خیر الدین الزرکلی اور السیوطی نے قاہرہ کے سفر کا خصوصاً ذکر کیا ہے۔ قاہرہ میں آپ کے حلقہ مودت میں وہاں کے مشہور شعراء اور ادباء مثلاً الجزار، بہاء الدین زہیر، ابن مطروح، ابن ابی الاصباح اور سیف الدین سابق وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے نائب السلطنت موسیٰ بن یغمور کے ساتھ اپنے تعلقات کو قائم کیا اور ان کے لئے اپنی کتاب "رایات المبرزین و غایات الممیزین" تصنیف کی۔

قیامِ مصر کے دوران آپ کی ملاقات حلب کے مشہور عالم کمال الدین عمر بن ابراہیم بن محمد بن ابی جرادہ جو ابن العدیم کے نام سے مشہور تھے ان کے مشورہ پر آپ حلب تشریف لے گئے۔ اور ۶۴۴ھ سے ۶۴۷ھ تک وہاں قیام کیا۔[۴] پھر آپ نے ابوالمجد کے ہمراہ دمشق اور اس کے مضافات کا سفر کیا۔ دورانِ سفر سلاطین و ممالیک کی عیش و نشاط کی زندگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد آپ پر سخت ردِ عمل ہوا۔ اور آپ نے ترکِ دنیا کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اپنے معمول کی طرف لوٹ آئے۔[۵]

۶۴۸ھ میں آپ بغداد روانہ ہو گئے۔ وہاں سے پھر حلب، دمشق، موصل اور بصرہ سے ہوتے ہوئے مکہ معظمہ

---

[۱] حسن المحاضرہ [۲] النفح المحلی ص ۲، ۳ [۳] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام [۴] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۸، الاعلام ج ۵ ص ۷۹ [۵] اختصار القدح ص ۶

پہنچ گئے۔ ۶۵۲ھ میں حج ادا کیا۔ اور واپس اپنے دوست ابوالعباس التیفاشی کے پاس تیونس تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے دربار سے منسلک ہو گئے۔

۶۶۶ھ میں مشرق کی طرف تشریف لے گئے اور ایران سے ہوتے ہوئے پھر تیونس تشریف لے آئے اور ۶۸۵ھ میں وہیں وفات پائی۔

آپ کی وفات کے متعلق اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مطابق ۶۷۳ھ ۱۲۷۴ء میں دمشق واپس پہنچ کر فوت ہوئے۔ اور اسی میں ایک اور روایت کے مطابق ۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء میں تیونس میں فوت ہوئے[1] علامہ السیوطی نے آپ کی تاریخ وفات ۱۰ شعبان ۶۷۳ھ لکھی ہے[2] خیر الدین الزرکلی نے ۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء مقام تیونس لکھا ہے[3]

محمد بن شاکر نے آپ کی وفات شعبان ۶۷۳ھ میں دمشق میں بتائی ہے[4]

۶۷۳ھ والی تاریخ وفات دو وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ابن الخطیب اور ابن فرحون اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ۶۸۵ھ میں فوت ہوئے اور بغیۃ الوعاۃ میں امام السیوطی نے ان کے ساتھ اتفاق کیا ہے[5] دوسری وجہ یہ ہے کہ دار الکتب المصریہ میں "الغصون الیانعہ فی محاسن شعراء المائۃ السابعۃ" کے مخطوطہ کی فوٹو کاپی موجود ہے جس میں انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ "کتب فی التاسع و العشرین من جمادی الاخرۃ عام خمسۃ و ثمانین وستمائۃ" اس سے ثابت ہوا کہ آپ ۶۸۵ھ میں فوت ہوئے۔

ابن سعید المغربی کی علمی فضیلت کا اندازہ ہم چند مستند علماء کے اقوال سے بآسانی کر سکتے ہیں۔ المقری انہیں اپنے وقت کا بے مثال ادیب، مشرق و مغرب میں شہرت رکھنے والا اور عظیم مورخ قرار دیتا ہے۔[6]

صلاح الدین الصفدی فرماتے ہیں کہ ابن سعید اوباء مورخین اور مصنفین کے امام ہیں۔ لسان الدین ابن الخطیب نے کہا کہ ابن سعید اپنے گھرانے کے ہار کا مرکزی ہیرا ہے۔ اپنے خاندان کا علم اور اپنی قوم کا دریگانہ ہے۔ وہ بیک وقت مصنف، ادیب اور سیاح ہے۔

ابن فضل اللہ العمری فرماتے ہیں۔ "وہ ایک جدت آفریں ادیب اور فیض رساں حکیم تھا"[7]

علی بن موسیٰ عالم، فاضل، ادیب، مورخ اور سیاح ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ انہوں نے اپنا دیوان بھی چھوڑا ہے۔ المقری نے ابن سعید کا بہت سا کلام نقل بھی کیا ہے۔ ان کے اشعار کو پڑھنے کے بعد

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام [2] حسن المحاضرۃ [3] الاعلام ج ۵ ص ۱۷۹ [4] فوات الوفیات ج ۲ ۹۱-۹۲ [5] بغیۃ الوعاۃ
[6] نفح الطیب ج ۱ ص ۶۴۰ [7] المغرب فی حلی ص ۲

یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ نے جدید اصناف شاعری جس میں اندلس کے شعرا ماہر تھے پر طبع آزمائی نہیں کی[1] البتہ انہوں نے شعری صنائع بدائع کا لحاظ رکھا۔ اور ان کے ایسے اشعار کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جو شعریت میں طنز، تکلفات سے پاک اور مستحکم اسلوب رکھتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے عربی شاعری کا ایک ممتاز حصہ ہیں۔ ان کی شاعرانہ تشبیہوں کا تنوع اور جدت اپنی مثال آپ ہے۔ اندلس کا مقامی رنگ جو لذت کے حسی شعور اور بھرپور مادی زندگی کے طفیل سیرابی کے احساس پر مبنی ہے۔ علی بن موسیٰ کے ہاں نمایاں طور پر ملتا ہے۔ اس مقامی رنگ کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری پر متنبی کی شاعری کے اثرات بھی ملتے ہیں۔

ابن سعید المغربی کے حالاتِ زندگی کے بعد ہم آپ کی تصانیف کی طرف آتے ہیں۔ الاعلام میں خیرالدین الزرکلی آپ کی سترہ کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ المشرق فی حلی المشرق۔
۲۔ المغرب فی حلی المغرب (یہ کتاب چار جلدوں میں ہے جس میں سے دو طبع ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کا مواد مختلف زمانوں میں مختلف علماء جمع کرتے رہے ہیں اور آخری شکل دینے والے ابن سعید ہیں)
۳۔ المرقعات والمطربات
۴۔ الغصون الیانعہ فی محاسن شعراء المائۃ السابعۃ
۵۔ الادب الغض
۶۔ ریحانۃ الادب
۷۔ المقتطف من ازاہر الطرف
۸۔ الطالع السعید فی تاریخ بنی سعید
۹۔ دیوان شعرہ
۱۰۔ النفحۃ المکیۃ فی الرحلۃ المکیۃ
۱۱۔ عذہ المتنجز
۱۲۔ نشوۃ الطرب فی تاریخ جاہلیۃ العرب
۱۳۔ وصف الکسون
۱۴۔ بسط الارض
۱۵۔ القدح المحلی
۱۶۔ رایات المبرزین
۱۷۔ المغرب[2]

السیوطی نے آپ کی صرف چھ کتابوں کا ذکر حسن المحاضرہ میں کیا ہے۔

۱۔ المشرق فی اخبار المشرق
۲۔ المغرب فی اخبار المغرب
۳۔ المرقص والمطرب
۴۔ الغرۃ الطالعۃ فی شعراء المائۃ السابعۃ
۵۔ الادب الغض
۶۔ ریحانۃ العرب[3]

بغیۃ الوعاۃ میں بھی السیوطی نے ابن سعید کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ المغرب فی حلی المغرب۔ ۲۔ المشرق فی حلی المشرق۔ ۳۔ الطالع السعید فی تاریخ بلدہ[4]

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ابن سعید کی صرف دو کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1] المغرب فی حلی المغرب ص ۹۔ [2] الاعلام ج ۵ ص ۱۷۹ [3] حسن المحاضرہ [4] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۵۳

۱۔ المغرب فی حلی المغرب ۲۔ المرقصات والمطربات[1]

ابن شاکر نے صرف چار کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ المغرب فی اخبار المغرب ۲۔ المشرق فی اخبار المشرق ۳۔ المرقص والمطرب ۴۔ ملوک الشعر[2]

ابراہیم الابیاری نے "اختصار القدح المعلی فی التاریخ المحلی" کے مقدمہ میں ابن سعید کی چوبیس کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تفریح الظلام و ترصیع العالم بالاعلام (ذکرہ ابن رشید فی رحلتہ ورقہ ۱۰۱)
۲۔ الحلۃ السیراء فی طبقات الشعراء (ذکرہ ابن رشید فی رحلتہ ورقۃ ۱۰۱)
۳۔ حیا المحلی وجنی النحلی (القلقشندی فی صبح الاعشی ۲ : ۹۳ - ۱۴ ، ۱۹۱)
۴۔ النخدود المورد فی محاسن الاوزان المولدۃ (ابن رشید فی رحلتہ ورقۃ ۱۰۱)
۵۔ رایات المبرزین و غایات الممیزین (طبعۃ موریہ بتحقیق الدکتور جرشیا جومث)
۶۔ رقم الحلل فی معرفۃ الملل والدول (ذکرہ ابن رشید فی رحلتہ ورقہ ۱۰۱)
۷۔ السعر العذاب فی طبقات الخطباء والکتاب (ذکرہ ابن رشید فی رحلتہ ورقۃ ۱۰۱)
۸۔ الشجرۃ العشرۃ بالاعلام المشتہرۃ (ذکرہ ابن رشید فی رحلتہ ورقہ ۱۰۱)
۹۔ الطالع السعید فی تاریخ بنی سعید (ذکرہ ابن الخطیب فی الاحاطۃ ج ۱ ص ۲۲۲)
المقری فی النفح ج ۱ ص ۱۷۸ - ج ۳ ص ۳۸ - والسیوطی فی حسن المحاضرۃ والسخاوی فی الاعلان بالتوبیخ ص ۱۲۸)
۱۰۔ عدۃ المتنجز و عقلۃ المستوفز (ذکرہ المقری فی النفح ج ۳ ص ۱۳)
۱۱۔ عنوان المرقصات والمطربات (طبع الجزائر ۱۹۴۹ء)
۱۲۔ الغصون الیانعۃ فی محاسن شعراء المائۃ السابعۃ (طبع دار المعارف قاہرہ)
۱۳۔ کنوز المطالب فی آل ابی طالب (ذکرہ ابن تغری بردی فی المنہل الصافی ج ۲ ص ۳۴۵)
۱۴۔ لذۃ الاحلام فی تاریخ امم الاعجام (ذکرہ حاجی خلیفہ فی کشف الظنون رقم ۲ ۶۷۵)
۱۵۔ المشرق فی حلی المشرق (مخطوطہ برقم ۲۵۸۲ - دار الکتب المصریہ)
۱۶۔ مصابیح الظلام فی تاریخ ملت الاسلام (ہو الجزء الثانی من کتاب القدح)
۱۷۔ المغرب من تاریخ سیرۃ اہل المغرب (ذکرہ حاجی خلیفہ فی کشف الظنون برقم ۲۳۱۶)

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۵۵۵ [2] فوات الوفیات ج ۲ ص ۹۱۔

۱۸۔ المغرب فی حلی المغرب (طبع بتحقیق الدکتور شوقی ضیف دار المعارف قاہرہ)

۱۹۔ المقتطف من ازاہر الطرف (مخطوطہ بمکتبۃ سوہاج برقم ۳۳۰ ادب)

۲۰۔ المہاد فی اوضاع البلاد (ذکرہ ابن رشید فی رحلتہ ورقۃ ۱۰)

۲۱۔ نتائج القرائح فی مختار المراثی والمدائح (ذکرہ حاجی خلیفہ فی کشف الظنون برقم ۱۳۵۵۸)

۲۲۔ نشوۃ الطرب فی تاریخ جاہلیۃ العرب۔

۲۳۔ النفحۃ المسکیۃ فی الرحلۃ المکیۃ (ذکرہ المقری فی النفح ج ۳ صہ ۴۰)

۲۴۔ وشی الحلل فی معرفۃ الملل والدول۔

ان چوبیس کتابوں کے علاوہ آٹھ کتابوں کا بھی ذکر ملتا ہے جو دو فقروں والی ہیں۔

۱۔ جنی النحل۔ ۲۔ حلی الرسائل۔ ۳۔ ریحانۃ الادب۔ ۴۔ الغرامیات۔ ۵۔ غنج المحاضرہ۔ ۶۔ اللمعۃ العرقیۃ ۷۔ ملون الشعر۔ ۸۔ ملون الکلام

اس کے بعد سات ایسی کتابوں کا ذکر ملتا ہے جو ایک فقرے والی ہیں۔

۱۔ القدح المحلی۔ ۲۔ ملون الشعر۔ ۳۔ ملون الکلام۔ ۴۔ الغرامیات۔ ۵۔ جنی النحل۔ ۶۔ غنج المحاضرۃ۔ ۷۔ اللمعۃ البرقیہ

مندرجہ بالا مذکور علماء کے بیانات کے مطابق ابن سعید کی کل تینتیس تصانیف سامنے آتی ہیں اور ان کی تصانیف میں سر فہرست "المغرب فی حلی المغرب" اور "المشرق فی حلی المشرق" ہیں

پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام کو اس طرح پڑھا جائے

پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ اسلام تو شاید مناسب ہوگا۔

محمد رمضان ثاقب، خطیب جامع مسجد سنہری ڈیرہ اسمٰعیل خان

ردی اخبارات اور کاغذات کی بے حرمتی ملک میں یہ عام رواج ہو گیا ہے کہ ردی اخبار جن میں اکثر قرآنی آیات درج ہوتی ہیں یا احادیث مطبوع ہوتی ہیں۔ یا خدا اور رسول ؐ کے بابرکت اسمائے گرامی چھپے ہوتے ہیں بازار میں دکانداروں کے ہاتھ فروخت ہو جاتے ہیں اور وہ حضرات ان میں اپنا سودا لپیٹ کر فروخت کرتے ہیں۔ گاہک گھر جا کر ردی کاغذ تصور کر کے زمین پر پھینک دیتا ہے۔ اس طرح وہ آیات مبارکہ اسمائے مقدسہ کوچہ و بازار میں پامال ہوتے رہتے ہیں اور بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ پارہ پارہ اوراق بول و براز سے آلودہ بھی ہوتے ہیں۔ آپ کوشش فرمائیں اگر حکومت کی طرف سے کوئی ایسا قانون بن جائے کہ پرانی ردی اردو اخبارات کی عام فروخت پر پابندی عائد ہو جائے اس شکل میں کہ تمام پرانے اخبارات بجائے سودا لپیٹنے کے مکمل طور پر جمع کر کے کسی کاغذ بنانے والی فیکٹری میں پہنچا دیئے جائیں۔ حکومت اور عوام ہر سطح پر اس کا انسداد کرے۔

محمد عباس خان خٹک۔ اکوڑہ خٹک

ڈاکٹر عبادالرحمٰن نشاط استاذ شعبۂ انگریزی
ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ

سرزمین امریکہ میں

اسلام کے علمبردار

شکاگو سے تقریباً ستر میل دور "ڈی کیلب" نامی ایک مقام ہے جو ایک مشہور یونیورسٹی NORTHERN ILLINAIS UNIVERSITY کی نسبت سے خاصا معروف ہے۔ یونیورسٹی خاصی بڑی ہے۔ میں نے اپنی آخری ڈگری اسی یونیورسٹی سے حاصل کی۔ اور اس وجہ سے وہاں برسوں قیام رہا۔ ڈی کیلب کھلے میدانوں اور فارموں کے درمیان بسا ہوا چھوٹا سا ایک خوب صورت شہر ہے۔ ۴۰، ۴۵ ہزار کی اس آبادی میں تقریباً تیس ہزار افراد یونیورسٹی سے متعلق ہیں۔ اور باقی ۱۰-۱۵ ہزار مقامی افراد ہیں۔ چونکہ ڈی کیلب کی آبادی کا بڑا حصہ یونیورسٹی کی وجہ سے نوجوان طالب علموں کا تھا اس لئے اس شہر کا ماحول اسی آزادانہ طرز زندگی اور بے باکانہ بے راہ روی کا حامل تھا جو امریکی نوجوان طبقے کی خصوصیت ہے لیکن اس آزادانہ ماحول میں جہاں مادیت اور دنیاوی لذات کا ہوش ربا جال، طلسمی رعنائی اور دلفریب خودسپردگی انسان کو بے خود اور مسحور کئے دیتی تھی وہاں اسی ماحول کے قلب میں اسلام کے ایسے وفادار جگر گوشے بھی تعلیم حاصل کر رہے تھے جن کے دل اسلام کی محبت سے معمور اور جن کی آنکھیں یقین محکم سے روشن تھیں۔ ان مسلمان لڑکے اور لڑکیوں نے جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے اپنے آپ کو متحد کرنے کے لئے ایک اسلامی سوسائٹی ISLAMIC SOCIETY OF NORTHRN ILLINAIS UNIVERSITY کی بنیاد ڈالی تھی اور ایک چھوٹی سی عمارت کرائے پر لے کر اپنے مرکز کے طور پر ایک مسلم ہاؤس قائم کر لیا تھا۔ اس کے ہال میں نماز کا انتظام تھا۔ دائیں جانب شلف پر دینی کتابیں سجی تھیں اور دوسرے گوشے میں ایک بڑا فریزر (FREEZER) تھا جس میں ذبیحہ گوشت رکھنے کا انتظام تھا تاکہ وہاں کے مسلمان غیر ذبیحہ گوشت سے پرہیز کر سکیں اس مسلم ہاؤس کی فضا بھی عجیب پُر نور تھی۔ وہاں پانچوں وقت اذان پکاری جاتی اور باجماعت نماز ہوتی۔ جو لڑکے کلاس سے فارغ ہوتے، جماعت سے نماز ادا کرنے کے لئے شوق سے مسلم ہاؤس آتے۔ دن میں کلاس کی وجہ سے سب لڑکے جماعت میں شریک نہ ہو پاتے۔ لیکن مغرب اور عشاء میں بڑی بہار ہوتی۔ خصوصاً عشاء کی نماز میں

۲۰، ۲۵ لڑکے جمع ہوجاتے جو امریکہ کی مشغول زندگی کے پیش نظر ایک اچھی خاصی تعداد ہے۔ اذان دینے میں لوگ ذوق شوق سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ملیشیا کے بعض لڑکے جب خوش الحانی سے اذان دیتے تو سننے والوں کے دلوں میں گداز پیدا ہوجاتا۔ نماز کے بعد ایک دو حدیث پڑھی جاتیں اور پھر دعا ہوتی۔ جمعہ کے روز (چونکہ سنیچر اور اتوار فرصت کے دن ہوتے تھے) مسلم ہاؤس کی رونق اور بڑھ جاتی۔ عشاء کی نماز کے بعد اکثر مسلم ہاؤس میں رہنے والے لڑکے نمازیوں کے سامنے پھل اور چائے رکھ دیتے۔ کبھی کبھی مسلمان لڑکیاں جو اسلامی سوسائٹی اور مسلم ہاؤس سے وابستہ تھیں اور ایک علیحدہ مکان میں رہتی تھیں اپنے نمازی بھائیوں کے لئے خشک ناشتہ بنا کر بھیجتیں۔ لڑکے ٹولیوں میں بیٹھ جاتے اور اس سے شغل کرتے۔ ان میں آٹھ دس لڑکے ایسے تھے جو جلد چائے سے فراغت پاکر ہال کے ایک گوشہ میں حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور ہر ہفتہ ایک حدیث عربی متن اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ یاد کرتے اور پہلے یاد کی ہوئی احادیث ایک دوسرے کو سناتے۔ ان کا عزم چالیس احادیث کے یاد کرنے کا تھا تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان وعدوں کے مستحق ہوسکیں جو چالیس احادیث کی حفاظت پر ہیں۔

رمضان المبارک میں مسلم ہاؤس کی یہ محفل بہت نکھرتی ہے لوگ مسلم ہاؤس زیادہ آتے اور وہاں زیادہ وقت گذارتے۔ نماز و تلاوت کا زیادہ اہتمام کرتے اور ایک دوسرے سے زیادہ قربت محسوس کرتے۔ عمومی دعوت کا سلسلہ تقریباً پورے مہینہ چلتا۔ کبھی ایک شخص تنہا اور کبھی اپنے کسی دوسرے ساتھی کے ساتھ مل کر مسلم ہاؤس آنے والے سارے مسلمانوں کی دعوت کرتا۔ دعوت کا کھانا لڑکے مل جل کر مسلم ہاؤس میں پکاتے۔ پھر سب نشاط و بشاشت کے ماحول میں افطار کرتے۔ نماز مغرب ادا کرتے، کھانا کھاتے اور عشاء و تراویح کی تیاریوں میں لگ جاتے۔

جمعہ کی نماز میں چونکہ زیادہ لوگ ہوتے اس لئے اس کا انتظام ایک مقامی چرچ کے ہال میں کیا جاتا۔ چرچ کا مرکزی ہال لوگ دو گھنٹے کے لئے کرایہ پر لیتے۔ وقت ہونے پر اذان دی جاتی۔ پھر خطبہ ہوتا اور نماز ادا کی جاتی۔ اور دیکھنے والی نگاہیں یہ نظارہ دیکھتیں کہ جو گھر خالصتاً کفر کے نام پر تعمیر کیا گیا اس کے اندر اللہ کے یہ بندے خدائے واحد کی ربوبیت کی آواز بلند کررہے ہیں اور اس کے در و دیوار کو اپنے رکوع و سجود سے منور کر رہے ہیں سنیچر کے دن لڑکے گروپوں میں بٹ کر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اسلام کا مطالعہ کرتے۔

اتوار کی صبح کو مسلم ہاؤس کا ہال ڈی کیلب کے مسلم بچے اور بچیوں کے لئے خالی کر دیا جاتا صبح ساڑھے سات بجے چند مسلمان لڑکے اپنی گاڑیاں لے کر نکل جاتے۔ اور مختلف مسلم خاندانوں سے بچوں کو لاکر مسلم ہاؤس پہنچا دیتے وہاں تقریباً ۸ بجے سے مسلمان لڑکیاں پڑھانے کی ذمہ داری سنبھال لیتیں۔ بچوں اور بچیوں کو تعلیمی ضرورت

عمر اور زبان کے لحاظ سے مختلف گروپ میں تقسیم کر دیا جاتا اور اس طرح وہاں ایک دینی مدرسہ قائم ہو جاتا۔ پڑھانے والی لڑکیاں محبت اور اخلاص سے پڑھاتیں بچے شوق اور دلچسپی سے پڑھتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ اسلام سے اپنے رشتے کا احساس اور اس پر افتخار کا جذبہ جو ان بچوں کو ان کے والدین کبھی غایت مشغولیت کی وجہ سے اور کبھی امریکی تہذیب سے مرعوبیت کے باعث نہ دے پاتے یہ بے لوث لڑکیاں انہیں عطا کرتیں۔

ڈی کیلب میں اس مسلم ہاؤس کی حیثیت بس کچھ ایسی تھی جیسے کفر و مادیت کی گہری تاریکی میں ایک روشن مینارہ سر بلند کئے سکون و سلامتی کی دعوت دے رہا ہو۔ ایک دن جب شاید عشاء کی نماز ہو چکی تھی ایک غیر مسلم، مسلم ہاؤس آیا۔ اور دیر تک وہاں موجود مسلمان لڑکوں سے اسلام پر گفتگو کرتا رہا۔ جاتے وقت اس نے کہا:۔

”میرے بعض مسلمان دوستوں نے جو تمہیں پسند نہیں کرتے، مجھ سے تم لوگوں کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ تم لوگ بہت قدامت پسند ہو۔ کھانے پینے، پہننے، اوڑھنے، ملنے جلنے اور تفریحات میں مذہبی بندشوں کے قائل ہو۔ اور اپنے ان ہم وطن مسلمانوں سے بھی زیادہ میل جول نہیں رکھتے۔ جو آزادی پسند ہیں۔ ملنے سے پہلے میرے ذہن میں تمہارا ایک منفی نقشہ تھا۔ لیکن اب میں تمہارے لئے اپنے دل میں محبت و احترام کا جذبہ محسوس کرتا ہوں۔

تم لوگ بہت خوش نصیب ہو کہ تمہارا ایک مذہب ہے جس سے تم پوری طرح مطمئن ہو۔ میں عیسائی تھا لیکن اب میں اپنے مذہب میں یقین کھو چکا ہوں۔ میں نے چند دن پہلے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے لیکن مجھے وہاں بھی سہارا نہیں ملا“ ۔۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر بولا۔ ”مجھے یہاں نماز کے ہال میں بیٹھ کر ایک عجیب و غریب سکون کا احساس ہوتا ہے“

ڈی کیلب کا نام آتا ہے تو ذہن کے گوشوں میں ایک ایسی باوقار مسلمان لڑکی کی تصویر ابھرتی ہے جسے میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن پھر بھی جس کا خیال میرے دل میں فخر و تعظیم کے جذبات جگاتا ہے۔ ایک دن میرے ایک عرب اور ایک مصری دوست ایک نو مسلم امریکی طالب علم سے ملنے اس کے ہوسٹل گئے۔ وہاں اس کا ایک امریکی دوست بھی بیٹھا ہوا تھا۔ تعارف ہوتے ہی اس نے خوش ہو کر پوچھا ”کیا تم مسلمان ہو؟“

اثبات میں جواب پا کر اس نے اسلام میں اپنی دلچسپی ظاہر کی۔ اور بس تھوڑی ہی دیر میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ بات میرے دوستوں کے لئے بھی تعجب کی تھی۔ کہ اس شخص نے اپنی زندگی کے بارے میں اتنا اہم اور سنجیدہ فیصلہ اتنی آسانی سے کیسے کر لیا۔ اور انہوں نے اپنے استعجاب کا اظہار اس شخص پر بھی کیا۔ اس شخص کا جواب تھا:۔

”گرچہ اسلام کا نام میں نے سب سے پہلے میل کم ایکس (MALCOLM X) کے حوالے سے سنا تھا لیکن اس کی صداقت

کا ناقابلِ تردید ثبوت مجھے ملائشیا کی ایک مسلمان لڑکی کی شخصیت سے ملا۔ وہ لڑکی اسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ جب میں نے اسے پہلی بار یونیورسٹی میں دیکھا تو میری توجہ اس کے لباس کی طرف مبذول ہو گئی۔ اس کا لباس امریکی اور دوسری غیر مسلم لڑکیوں کے عام لباس سے بہت مختلف تھا۔ اس نے ایک ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا جس سے ہاتھ اور چہرہ کے علاوہ اس کا پورا جسم چھپا ہوا تھا۔ میرے لئے یہ بات تعجب کی تھی اس لئے امریکہ میں نوجوان لڑکیوں کے لئے جسم کو زیادہ سے زیادہ کھلا رکھنا جدید فیشن ہے۔ یہ کون لڑکی تھی جو اس طرح ماحول کے خلاف تنہا کھڑی تھی۔ میرا تجسس بڑھا اور میں نے اس لڑکی کے پاس جا کر اس سے اس کے لباس کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے جواب دیا:۔

"میں مسلمان ہوں اور میں نے اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ لباس پہن رکھا ہے۔ میرا مذہب عورتوں اور مردوں کو مناسب لباس پہننے کا حکم دیتا ہے۔ میں اس پر عمل کرتی ہوں اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ اسی میں سلامتی ہے۔"

میں نے سوال کیا۔ "کیا تم مسلمانوں میں کوئی مذہبی عہدہ رکھتی ہو، جیسے ہم عیسائیوں میں نن (NUN) ہوتی ہیں؟"

"نہیں"۔ اس لڑکی کا جواب تھا۔ "میں یہ لباس کسی عہدے کی مجبوری کی وجہ سے نہیں پہنتی بلکہ اس لئے پہنتی ہوں کہ مجھے اسلام اور اس کے اصولوں سے محبت ہے۔ میں ایک عام لڑکی ہوں، تعلیم حاصل کرنے کے بعد، میں اپنے وطن واپس جا کر ایک گھریلو زندگی گذارنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ میری آرزو ہے کہ میری ساری زندگی اسلام کے اصولوں کو اپنا راہ نما بناؤں اور اس دنیا سے جاتے وقت آئندہ نسل کو ان اصولوں میں یقین کی دولت قولاً اور عملاً سونپ جاؤں۔"

میری نگاہوں میں تحسین کے جذبات دیکھ کر اس لڑکی نے اپنی کتابوں کا بیگ کھولا اور اسلام پر ایک تعارفی کتابچہ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "جیسے تمہیں یہ بات پسند آئی۔ تمہیں اسلام کے دوسرے اصول بھی پسند آئیں گے۔ خدا تمہارا مددگار ہو۔"

اس امریکی نوجوان نے میرے دوستوں سے کہا۔

"اس مسلمان لڑکی نے میرے دل پر احترام کے بہت گہرے نقوش چھوڑے میں نے محسوس کیا کہ جس مذہب نے ایک کمزور سی لڑکی کو، جو اپنے ماحول سے ہزاروں میل دور غیروں کے درمیان تھی یہ جرأت اور یقین عطا کیا وہ یقیناً ایک سچا مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے لئے میں نے تم سے کوئی ثبوت طلب نہیں کیا۔ تم سے سوالات

نہیں کئے ۔ بحث نہیں کی ؟"

سردیوں کی ایک شام کوڈی کیلب میں یونیورسٹی کے ایک کشادہ اور خوبصورت ہال میں لوگ جمع تھے ۔ یونیورسٹی کی اسلامی سوسائٹی نے مسلم اور غیر مسلم سامعین کے لئے اسلام پر لیکچر کا انتظام کیا اور اس مقصد کے لئے باہر سے دو مقرروں کو مدعو کیا تھا ۔ تقریر کے بعد سوال وجواب کے وقفے میں ایک مسلمان طالب علم جو پولیٹیکل سائنس میں پی ایچ ڈی کر رہا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے سوال پوچھنے کے لئے وقت لیا ۔ اس کا سوال اسلامی معاشرے میں عورت کے مقام سے متعلق تھا ۔ وہ سیکولر نظام کے مساویانہ سلوک کا قائل تھا اور اسلامی نظام میں اس کمی کا شاکی ؟ "ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ اسلامی معاشرے میں عورت کو دوسرے درجے کے شہری سے زیادہ کی حیثیت حاصل نہیں " ۔ مقرر نے اس کا معقول و مدلل جواب دیا ۔

اگر عورت کو اسلام میں دوسرے درجے کا شہری کہا جاتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں پہلے درجے کا حامل کون ہے ؟ کیا مرد ؟ حقائق اس سے انکار کرتے ہیں ۔ اسلام یہ تسلیم کرتا ہے کہ مرد و عورت کی فطرت میں چند بنیادی فرق ہیں ۔ اس لئے بعض مخصوص باتوں میں وہ دونوں فریقوں پر جدا جدا ایسی ذمہ داری ڈالتا ہے جو ان کے طبعی و فطری مزاج سے میل کھاتی ہو ۔ اس کے علاوہ مرد و عورت اسلام کی نگاہ میں برابر ہیں ۔ اگر عورت کو اپنے جسم کو مناسب طریقے سے چھپانے کا حکم ہے تو یہ حکم مردوں کے لئے بھی ہے ۔ اگر عورتوں کے لئے غیر محرم مردوں سے اختلاط منع ہے تو مردوں کے لئے بھی یہی حکم ہے ۔ اگر مرد اپنی پسند سے شادی کر سکتا ہے تو عورت بھی ایسا کر سکتی ہے اگر مرد اپنی شریک حیات سے کسی مجبوری و ناپسندیدگی کے باعث علیحدگی اختیار کر سکتا ہے تو عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے ۔ اگر مرد اپنے مال کا مالک ہے تو عورت بھی اپنے مال پر مکمل حق تصرف رکھتی ہے ۔ اگر مرد نیکی اور اخلاص کے باعث اللہ تعالیٰ سے بہت قریب جا سکتا ہے تو عورت کے لئے بھی کوئی حد مقرر نہیں " ۔ ۔ ۔ ۔

مقرر کی بات اگر پوری نہیں ہوئی تھی ، ادھر سوال پوچھنے والا بھی اپنی جگہ پر کھڑا تھا ۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کا سوال ابھی باقی تھا ، شاید وہ اپنا سوال کسی دوسرے پہلو سے اٹھانا چاہتا تھا ۔ لیکن میری توجہ ملیشیا کی ایک طالب علم لڑکی کی طرف مبذول ہو گئی جو سوال کرنے کی اجازت کے لئے اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی ۔ اور بہت بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی ۔

مقرر کا جواب ختم ہوتے ہی میں نے موڈریٹر (MODERATOR) کی حیثیت سے اجازت دی وہ اپنی جگہ کھڑی پر کھڑی ہوئی ، ایک نگاہ سوال پوچھنے والے پر ڈالی اور پھر سامعین سے یوں مخاطب ہوئی :-

"میں نے یہ وقت سوال پوچھنے کے لئے نہیں اس سوال کا جواب دینے کے لئے لیا ہے۔ جو اسلام میں عورت کے مقام کے سلسلے میں پوچھا گیا ہے۔ میں ایک لڑکی ہوں، اور مغربی تہذیب نے عورت کے دامن میں پھول کے نام پر جو کانٹے ڈالے ہیں ان کی چبھن سے مردوں سے زیادہ واقف ہوں۔ آپ آج مجھے اسلامی لباس میں دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہوگی کہ چند سال قبل میں مکمل طور پر مغربی تہذیب کے مطابق زندگی گذار رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں تنہا اپنے ملک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے امریکہ آئی تھی۔ ان دنوں مجھے اصرار تھا کہ میں وہ سب کچھ کرسکتی ہوں جو ایک مرد کرسکتا ہے۔ چناں چہ میں ہر معاملہ میں مرد کی ہمسری کا جذبہ دل میں چھپائے اس طرح زندگی گذار رہی تھی۔ کہ جیسے وہ سب کچھ کرسکتی ہے جو مرد کرسکتے ہیں۔ عورت کے لئے کامیابی کی میزان ہو۔ میں ایک عورت تھی لیکن مغربی تہذیب کے زیر اثر میں ایک مرد کی طرح زندگی گذارنے میں اپنا رول ادا کرنا چاہتی تھی۔ میں جو تھی وہ نہیں رہنا چاہتی تھی جو نہیں تھی وہ بن جانے کے لئے ساری کوششیں صرف کرتی تھی۔ نتیجۃً میری زندگی میں ایک زبردست انتشار تھا۔ امریکہ آکر میں اپنی چند مسلمان بہنوں کی کوشش سے اسلام کے قریب ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ اسلام سے دور رہ کر میں نے اپنے اوپر کتنا عظیم ظلم کیا۔ اسلام نے عورت کی حیثیت سے میرے مقام کو تسلیم کیا اور میرے لئے ایک متوازن خوشگوار، باعزت اور بامقصد طرزِ حیات کی نشان دہی کی۔ آج میری زندگی سکون و اطمینان سے بھرپور ہے۔ میں نے حال ہی میں اپنے ایک ہم وطن مسلم نوجوان سے شادی کرلی ہے۔ میں اپنے گھر کے لئے ذمہ دار ہوں۔ اپنی تعلیم کو اچھے طریقے سے پورا کررہی ہوں۔ اپنی مسلمان بہنوں کے ساتھ دینی پروگرام میں حصہ لیتی ہوں اور ہفتہ میں ایک بار اس شہر کے مسلم بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیم دیتی ہوں۔ آج میرے سامنے ایک مقصد ہے۔ اب میں ایک باوقار مسلمان عورت ہوں اور مغربی عورت کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار نہیں۔"

اس مقام پر لڑکی کی آواز بھرا گئی اور اس نے جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا
" اگر کسی شخص کو یہ شکایت ہے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف نہیں کیا تو

وہ مجھ سے براہِ راست سوال کرے میں اس کا جواب دوں گی"
میری نگاہیں سامعین کی طرف اٹھ گئیں، پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ سوال پوچھنے والا اپنی جگہ پر نہ جانے کب بیٹھ گیا تھا۔
ملائشیا کی آٹھ دس لڑکیوں نے جو اسلامی لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں شکر گذاری کی نگاہوں سے اس لڑکی کی جانب دیکھا جیسے وہ کہہ رہی ہوں ۔ شکریہ ! بہت بہت شکریہ !! تم نے ہم سب کے جذبات کی ترجمانی کی۔
لیکن میری نگاہوں میں اس امریکی نوجوان خاتون کی طرف تھیں جس نے حال ہی میں ایک ایرانی مسلمان سے شادی کی تھی۔ جب ملائشیا کی لڑکی کھڑی ہو کر اسلام سے اپنی وابستگی کا اظہار کر رہی تھی اور وہ امریکی لڑکی مڑ کر ایک ٹک اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں تعجب، مسرت، محبت اور جوش کے ملے جلے جذبات موجزن تھے۔ اور وہ زبانِ حال سے کہہ رہی تھی:۔

"میں نے امریکہ میں آنکھیں کھولیں اور اس کے اس آزادانہ ماحول میں پرورش پائی ہے جو عورت کو مرد کی طرح مساویانہ مقام دینے کا دعویدار ہے۔ مگر میں نے آج تک تمہاری طرح اپنے عورت ہونے میں فخر محسوس نہیں کیا۔ بلند ہے وہ مذہب جس نے تمہاری آنکھوں کو یقین کا یہ نور عطا کیا اور فخر ہے مجھے اس بات پر کہ میں ایک مسلمان لڑکی ہوں"

امریکہ میں اسلامی اصول کے مطابق زندگی گذارنے والوں اور اس پر فخر کرنے والوں کی تعداد اتنی حقیر نہیں کہ یہ چند صفحات ان کے متحمل ہو سکیں۔ وہ اگر بہت زیادہ نہیں تو بہت تھوڑے بھی نہیں۔ وہ مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان سب کے دل ایک ہی عزم سے روشن ہیں ان میں امریکی نومسلم بھی ہے جو ایک عرب مسلمان کو دعوتِ عمل دے رہا تھا۔ اس نے عربی لباس پہن رکھا تھا اور عربی زبان میں گفتگو کر رہا تھا جب کہ اس کا مخاطب انگریزی لباس میں ملبوس اور انگریزی میں جواب دے رہا تھا ان میں ۲۳، ۲۴ کا وہ عرب نوجوان بھی ہے جو فخر کے ساتھ عربی لباس میں کلاس میں جاتا تھا۔ اور مشکل سے کوئی ایسا شخص ہو گا جس سے اسے بات کرنے کا موقع ملا ہو اور اس نے اسے اسلام کی دعوت نہ دی ہو جس کے نتیجے کے طور پر دس پندرہ غیر مسلم اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان میں وہ ہندوستانی نوجوان بھی ہے جس نے اسّی نوّے ہزار ڈالر سالانہ (۸۰، ۹۰ لاکھ روپے سالانہ) کی نوکری چھوڑ کر ایک اوسط درجے کی بزنس پر اس لئے اکتفا کر لیا کہ اس کے خیال میں امریکہ میں دین کے تقاضے اس سے جتنا وقت چاہتے تھے نوکری کی مجبوری کی وجہ سے وہ اتنا وقت نہیں دے پاتا تھا۔ ان میں وہ

ہندوستانی عمر رسیدہ شخص بھی ہیں جنہوں نے ضعیفی میں گھر پر آرام کرنے کی بجائے دعوت اسلام کی نسبت سے امریکہ اور کینیڈا کی طنابیں کھینچ کر رکھدیں۔ ان میں وہ پاکستانی عالم بھی ہیں جنہوں نے گذارے کے لئے معمولی نوکری کی اور اپنا سارا وقت نومسلموں کو قرآن پاک پڑھانے اور دین کی ضروری باتیں سکھانے کے لئے وقف کر دیا۔ ان میں مختلف ممالک کی وہ خواتین بھی ہیں جنہوں نے موقعہ اور سہولت کے باوجود باہر جا کر نوکری کرنے سے خود کو روکا اور گھر میں اپنے بچوں کو دینی تعلیم و تربیت کے لئے ایک محاذ قائم کیا۔ ان میں ملائشیا کا وہ نوجوان بھی ہے جو امریکہ آیا۔ ایک ڈگری وہاں سے حاصل کی اور واپس جاتے ہوئے کہا:

" میں نے یہاں کے قیام کے دوران اپنے لیئے ایک پینٹ یا قمیص بھی نہیں خریدی میں جن کپڑوں میں آیا تھا انہی میں واپس جا رہا ہوں "

حالاں کہ وہ ڈی کیلب کی اسلامی سوسائٹی کی مالی مدد میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا۔ اور اس کا سب سے بامقصد اور فعال رکن تھا۔ اور ان میں وہ گمنام مسلمان بھی ہے جس نے ڈی کیلب کی اسلامی سوسائٹی کی مدد کے لئے ایک خطیر رقم (تقریباً ۱۱ ہزار ہندوستانی روپے) ایک لفافے میں مسلم ہاؤس کے اندر ڈال دی۔ اور لفافے پر لکھ دیا:

" مسلم ہاؤس کے لئے "

اور کسی کو یہ بتانا بھی گوارا نہ کیا کہ وہ کون ہے۔

یہ فہرست ابھی بہت طویل ہے جنہیں میں جانتا ہوں۔ ابھی ان کی کہانی ہی مکمل نہیں ہوئی اور ایسے سینکڑوں ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ ان میں امریکی بھی ہیں اور غیر امریکی بھی۔ گورے بھی ہیں اور کالے بھی۔ مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ کم عمر نوجوان بھی ہیں اور عمر رسیدہ اصحاب بھی۔ ان سب کی زندگی یقین، جدوجہد اور جرأت کی داستان سناتی ہے اور مسلمانانِ عالم کو عموماً اور داعیانِ اسلام کو خصوصاً احیائے اسلام کے لئے یہ پیغام دیتی ہے کہ حالات کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں مایوسی ایک مومن کے لئے حرام ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٥

اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو۔ تو تم ہی غالب رہو گے۔ (آل عمران ۱۳۹)

"قارئین سے بنام مدیر"

* خمینی کے نظریات
* خان غازی کی "خیالی" باتیں
* قمری مہینوں کا صحیح تلفظ
* قومی ترانہ اور اسلام
* روسی کا غذات کی بے حرمتی

افکار و تاثرات

خمینی "اسلامی انقلاب" اور باطل نظریات

خمینی کے نظریات روزنامہ "جسارت"، کراچی نے جمعہ ۱۵ ر جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ (۸ ر مارچ ۱۹۸۵ء) کی اشاعت کے اداریہ بعنوان "عراق و ایران کی مجنونانہ جنگ"، کے تحت لکھا ہے :-

"ہم ایران سے جو اسلامی انقلاب کا علمبردار ہے خاص طور پر اسلام کے حوالے سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی اس باہمی خونریزی کو ختم کرنے کے معاملہ میں اپنے رویہ پر نظر ثانی کرے اور امن کی جانب پیش قدمی کرے۔"

خمینی صاحب اور ایران کو "اسلامی انقلاب کا علمبردار" وہی شخص کہہ سکتا ہے جو شیعہ مذہب کے بنیادی خدوخال سے ناواقف ہو۔ امامت شیعہ مذہب کی اساس ہے۔

شیعہ مذہب میں بارہ امام (حضرت علیؓ سے لے کر امام غائب حضرت مہدی تک) انبیائے سابقین علیہم السلام سے افضل ہیں (نعوذ باللہ) کیونکہ ان کے نزدیک منصب امامت نبوت سے افضل ہے۔ چنانچہ شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی اپنی کتاب "حیات القلوب" (جو شیعہ مذہب کی نہایت معتبر کتاب ہے) کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں "امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است" اسی طرح خمینی صاحب اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیہ" کے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں :-

"ہمارے مذہب کا اہم اور بنیادی جزو یہ ہے کہ ہر ایک امام کا وہ (اعلیٰ) مرتبہ اور مقام ہے جو ملائکہ اور پیغمبروں کو نصیب نہیں ہوا۔" چنانچہ امامت کی بحث کتب شیعہ میں جس شخص نے دیکھی ہے وہ اسے خوب جانتا ہے کہ امام کو مثل انبیاء علیہم السلام کے معصوم و مفروض اطاعت کہنا کہ امام کو غیب کا علم اور یہ اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہے حلال کرے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے۔ (اصول کافی ۲۷۸) ایسا عقیدہ ختم نبوت کا صریح انکار ہے۔

ہر مسلمان پر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ لازم ہے۔ اور قادیانیت کے فتنہ کے استیصال کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین اور علمائے کرام نے جو محنت کی ہے وہ قابل تحسین ہے۔ لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت میں شیعہ

حضرات کی شمولیت اور مجلس عمل (تحفظ ختم نبوت) میں شیعہ علماء کو شامل کرنا بالکل خلاف اصول ہے کیونکہ شیعہ مذکورہ عقیدہ امامت کے قائل ہیں جو ختم نبوت کی نفی کرتا ہے۔ پرچم ختم نبوت اٹھانے میں ہم ان لوگوں کو کیونکر شریک کر سکتے ہیں جو بارہ اماموں کو انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل قرار دیتے ہیں جو تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اور جو ۹۵ فیصد سے زائد احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ رجعت اور بدا کو جزو ایمان سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو مجلس تحفظ ختم نبوت کے زعماء شیعہ عقائد کو بوجہ شیعوں کے تقیہ کے سمجھ نہیں پائے یا سمجھتے ہوئے "وسعت نظری" کے تحت چشم پوشی کرتے ہیں جو ناجائز ہے کیونکہ اصل مقصد تحفظ عقیدۂ ختم نبوت ہے اور اس اہم دینی فریضہ میں انہی لوگوں کو شامل و شریک کیا جا سکتا ہے جو ختم نبوت کی حقیقت کے خلاف کوئی عقیدہ نہیں رکھتے۔ اور جو خلفائے اربعہ (حق چار یارؓ) کی خلافت موعودہ راشدہ کے بھی کما حقہ قائل ہیں اور ان کو معیار حق مانتے ہیں۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیعوں کا حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ بلا وصل (پہلا خلیفہ) اور خلفائے ثلاثہ (یعنی حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) کی خلافت کا انکار اور ان پر تبرّا یہ دونوں نظریے نص قرآنی کے تقاضا کے خلاف اور باطل ہیں۔ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ شیعوں کا کلمہ اور اذان تک اہل سنّت سے جدا ہے جس کے ذریعہ شیعہ امامت کا اقرار اور شیعیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جو شخص علی ولی اللہ۔ وصی رسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل والا یہ سارا کلمہ نہیں مانتا نہ وہ مومن ہے نہ مسلم جس کی بنا پر العیاذ باللہ ساری امت غیر مومن اور غیر مسلم قرار پائی ہے۔ سوائے قلیل شیعوں کے جو کہ ملک کی آبادی کا صرف اڑھائی فیصد ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رپورٹ "پاکستان میں شیعہ آبادی کتنی ہے؟" شائع کردہ سواد اعظم اہل سنّت پاکستان معرفت جامعہ فاروقیہ۔ شاہ فیصل کالونی ڈرگ روڈ کراچی یا ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)

شیعوں نے اپنا کلمہ اور اذان میں واضح طور پر عقیدۂ امامت کو توحید و نبوت کی طرح اصول دین میں شمار کر کے بارہ اماموں کی امامت کا قائل نہ ہونے والے کو کافر قرار دیا ہے اور شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ دراصل یہی ہے۔ یا یوں سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ نبی یا رسول اور مانتے ہیں۔

گو شیعہ حضرات اپنے اماموں کو بظاہر "نبی" یا "رسول" کے لقب سے نہیں پکارتے مگر نبوت کے تمام خصائص ان میں موجود ہیں۔ ان کی تقرری من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اور امام کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی۔ شیعہ مذہب میں امامت دراصل نبوت کی EXTENSION یعنی بحالی یا اجراء ہے اس لئے

زبان سے کوئی سو بار بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہے مگر عقیدہ امامت پر قائم ہو تو وہ ختم نبوت کا منکر ہے۔

ایران کے نام نہاد ،، اسلامی انقلاب ،، کی بنیاد شیعت پر ہے۔ اس انقلاب کی حقیقی نوعیت جاننے کے لئے اور شیعہ مذہب سے تعارف کے لئے علمائے کرام سے گذارش ہے کہ وہ مشہور عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی کی تازہ تصنیف " ایرانی انقلاب ، امام خمینی اور شیعیت " کا ضرور مطالعہ کریں۔ اصل کتب شیعہ کے حوالوں سے بھرپور یہ لاجواب کتاب انہیں بلا ہدیہ صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازہ - چوک لسبیلہ - نشتر روڈ کراچی نمبر ۵ سے مل سکتی ہے۔ کتاب کے شروع میں ہی مصنف نے مسلمانان عالم سے بڑی دردمندی سے التجا کی ہے کہ وہ اسے زیادہ سے زیادہ پھیلائیں تاکہ لوگ فتنہ و فساد سے محفوظ رہ سکیں۔ وہ لکھتے ہیں :- " عاجز نے یہ کبرسنی کے ضعف اور مختلف امراض میں مبتلا ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کی مدد و توفیق سے اپنے دینی بھائیوں کو زیغ و ضلال اور عقیدہ کے فساد سے بچانے کے لئے دینی فریضہ سمجھ کر لکھی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت ہی کی نیت سے اپنے دوسرے بھائیوں تک اسے پہنچانے اور اس کا مطالعہ کرنے کی جو کوشش آپ کر سکیں اس میں دریغ اور کمی نہ فرمائیے۔ اس سلسلہ میں اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین کے لشکر کا سپاہی سمجھیں - اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔ اور اس عاجز کے اس عمل کو قبول فرمائے "

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء اہلسنت کی ایک عظیم اکثریت شیعہ مذہب سے ناواقف ہے۔ اس ناواقفیت کی وجہ سے مذہب شیعہ کی خاص تعلیم کتمان اور تقیہ ہے۔ مندرجہ بالا کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ شیعہ مذہب اور قائد انقلاب ایران کے عقائد و نظریات کھل کر قارئین کے سامنے آجائیں گے اس لئے اس کا مطالعہ ضرور فرمائیے۔ اسی طرح شیعیت کے عالم اسلام پر غلبہ اور ایران عراق جنگ کے پس منظر اور اغیار کی سازشوں کو سمجھنے کے لئے ایک دوسری حالیہ کتاب " خمینی ازم اور اسلام " از ابو ریحان فاروقی۔ شائع کردہ۔ مکتبہ اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد کا مطالعہ سیاسی نقطہ نظر سے بہت مفید و کارآمد ہوگا۔

محمد الیاس 508-F-G 6/4 اسلام آباد

خان غازی کی "خیالی" باتیں " غازی " خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں۔ مگر اس کے سر پر جو موت کی تلوار لٹک رہی ہے وہ اسے صاف نظر آرہی ہے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ " یاران تیز گام خلد آشیاں " اسے بلا رہے ہیں۔

گذشتہ شب غازی نے " عالم خیال " میں دیکھا کہ دہلی میں " خلد آشیاں بزرگوں " کی کانفرنس مجاہد ملت

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی اور مولانا محمد عثمان فارقلیط نے مدعو کی ہے۔ جس میں بے شمار بزرگ شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمن اور مولانا محمد عثمان فارقلیط سرخ لباس میں "غازی" کے پاس کوچہ رحمان میں آئے۔ اور فرمایا کہ کانفرنس میں مولانا حسرت موہانی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا مظہر علی اظہر تشریف لائے ہیں اور غازی کو یاد فرمارہے ہیں۔ چنانچہ غازی نے ان خلد آشیاں بزرگوں سے ملاقات کی۔ مولانا حسرت موہانی نے ملاقات کے وقت اپنا ایک پرانا شعر جو انہوں نے کسی زمانہ میں غازی کو اپنے ایک خط میں لکھا تھا سنایا ؎

لکھنے کو تو میں بھول گیا خط تمہیں غازی
ہے خانۂ دل میں تیری تصویر ابھی تک

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایک دو منزلہ مکان میں آرام فرمارہے تھے۔ غازی جب ان کی خوابگاہ میں داخل ہوئے تو یہ مصرعہ زبان پہ رواں دواں ہوا ؎

فتنہ تو ہو رہا ہے وہ فتنہ باز ہے

یہ مصرعہ سن کر حضرت امیر شریعت جاگ اٹھے۔ فرمایا "کون ہو پولیس کے حوالے کرکے حوالات میں بند کرادوں"۔ غازی نے عرض کیا ؎

پولس والوں سے ڈراتے ہو، کچھ تو شرم کرو
جفا کے تیر چلاتے ہو، کچھ تو شرم کرو

میں آپ کا پرانا خادم غازی ہوں ـــــ اس پر بخاری لپٹ گئے۔ اور فرمایا "آپ وہی غازی ہیں جو ہمارے دل میں رہتے ہیں"۔ غازی نے عرض کیا کہ ہاں میں وہی غازی ہوں بقول داغ "جس کا تخلص خان ہے جو عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں۔

مولانا مظہر علی اظہر سے مجاہد منزل گلی قاسم جان بلی ماراں دہلی میں غازی کو شرف نیاز حاصل ہوا۔ قریب ایک گھنٹہ تک ان سے گفتگو جاری رہی۔ غازی نے دوران گفتگو اپنا ایک شعر انہیں سنایا۔ ؎

مظہر کو ڈھونڈتی ہیں نگاہیں ہر ایک کی
ہے انتشار فوج میں سردار کے بغیر

یہ شعر سن کر مولانا زیر لب مسکرائے اور غازی کی آنکھ کھل گئی ـــــ مجاہد آزادی خان غازی کابلی۔ دہلی

دو قمری مہینوں کا صحیح تلفظ | صحت تلفظ کا مسئلہ لسانی، ادبی اور علمی اعتبار سے خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ کچھ تو اس لئے کہ غلط تلفظ سے معنوی تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور کچھ اس لئے کہ بعض الفاظ کی معنویت

کا تاریخی پس منظر نگاہوں کے سامنے نہیں آتا۔

ایسے ہی الفاظ میں دو قمری مہینوں کے نام ہیں جن کے تلفظ میں عام طور پر غلطیاں واقع ہوتی ہیں اور وہ ہیں جُمادی الاول اور جُمادی الآخرہ بعض لوگ اسے بہ فتح جیم جَمادی بولتے ہیں جب کہ اس کا صحیح تلفظ بہ ضم جیم جُمادی ہے اور اس میں معنویت کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ تسمیہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دوسری غلطی یہ ہوتی ہے۔ کہ بعض لوگ اسے جمادی الاول کہتے ہیں حالانکہ عربی قواعد کے مطابق تانیث کی وجہ سے اس کی صفت اولی اور آخری یا آخرہ اور ثانیہ آنی چاہئے۔

ان تمام معنوی اور تاریخی مضمرات کی طرف مستند عربی لغات سے چند اشارات پیش خدمت ہیں۔ یقین ہے کہ یہ تصحیح تلفظ میں معاون ثابت ہوں گے۔

دو قمری مہینے ایسے ہیں جن کے نام جُمادی الاولی اور جُمادی الاخری یا جُمادی الثانیہ ہیں۔ وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مسعودی نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں یہ نام رکھے گئے تھے ان دونوں مہینوں میں پانی سوکھ جایا کرتا تھا (المسعودی، مروج الذہب المجلد الثانی مطبع السعادہ مصر)

۱۔ جُمادی لجمود الماء فیہ۔ یعنی پانی سوکھ جانے کی وجہ سے ان مہینوں کے نام جمادی الاولی اور جمادی الآخرہ رکھے گئے۔ (ابن منظور لسان العرب)

۲۔ جُمادی حُباری کے وزن پر ہے۔ یہ دو مہینوں کے نام ہیں۔ جُمادی الاولی اور جُمادی الآخرہ (منتہی الارب ج ۱۔ بہ ضمن ج م د۔ ترجمہ فارسی قاموس المحیط۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

۳۔ عربی مہینوں کے دو نام ہیں۔ مؤنث ہیں اعراب کے ساتھ یہ نام اس طرح درج ہیں۔ جُمادی (جمع جُمادیات بنائی گئی ہے) (اقرب الموارد۔ مطبوعہ بیروت ۱۸۸۹ء) (حکیم محمد سعید ہمدرد)

قومی ترانہ میں اسلام کا ذکر نہیں | کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک کے قومی ترانہ میں اسلام کا ذکر تک نہیں۔ حالاں کہ ہر ملک کا قومی ترانہ اس ملک کے نظریات کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہمارے قومی ترانہ کا کوئی شعر مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی ترجمانی نہیں کرتا۔ اس لئے میں صدر پاکستان سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکستان کے قومی ترانہ میں لفظ "اسلام" کو جگہ دلائیں تاکہ ہمارے قومی تشخص کی بھرپور عکاسی ہو سکے۔ اور تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ کے ذہنوں پر اچھا اثر پڑ سکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ترانہ کے اشعار بڑے موزوں اور روانی ہیں تاہم ترانہ میں کسی اچھی چیز کا اضافہ کرنے سے ترانہ کے تقدس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ایک انسانی ذہن کی سوچ ہے۔ اور انسانی ذہن کی سوچ کوئی حرف آخر نہیں کہ اس میں نہ ہو سکے۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ اگر موزوں ہو تو ترانہ کے اس شعر

باقی ص ۴۴ پر

۱۔ آرمی ایجوکیشن کور میں شارٹ سروس کمیشن کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ امیدواروں کے لئے اہلیت کی مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرنا لازمی ہے۔

تعلیمی قابلیت منظور شدہ پاکستانی / بیرونی یونیورسٹیوں سے مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک مضمون میں ایم۔اے / ایم۔ایس۔سی، پہلی یا دوسری ڈویژن میں اور جن کا تعلیمی ریکارڈ اچھا رہا ہو (جنہوں نے تیسری ڈویژن میں ایم۔اے انگلش کیا ہو وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں اسکے علاوہ وہ اُمیدوار جو ایم۔اے / ایم۔ایس۔سی کا امتحان دے رہے ہوں وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں بشرطیکہ انہیں اپنے پاس ہونے کی اُمید ہو)

۱۔ عربی۔ ۲۔ انگلش، ۳۔ جغرافیہ، ۴۔ تاریخ، ۵۔ بین الاقوامی تعلقات، ۶۔ میتھمیٹکس، ۷۔ فزکس، ۸۔ اقتصادیات، ۹۔ کیمسٹری، ۱۰۔ پولیٹیکل سائنس، ۱۱۔ اردو، ۱۲۔ لائبریری سائنس، ۱۳۔ کمپیوٹر سائنس۔

کسی کالج میں پڑھانے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اُن لوگوں کو بھی ترجیح دی جائے گی جنہوں نے پچھلے پانچ سالوں کے دوران بحیثیت ریگولر طالب علم کے ایم۔اے / ایم۔ایس۔سی کیا ہو۔

ب۔ قومیت

۱۔ پاکستان کے مرد شہری۔
۲۔ آزاد کشمیر کے شہری اور اسٹیٹ سبجیکٹ کلاس۔

ج۔ عمر ۱۰ اپریل ۱۹۸۵ء کو ۳۵ سال (عمر کی حد میں نرمی کی جا سکتی ہے بشرطیکہ امیدوار اعلیٰ تعلیمی قابلیت مثلاً پی۔ایچ ڈی وغیرہ کے حامل ہوں)

د۔ طریق انتخاب

۱۔ طبی معائنہ
۲۔ آئی۔ایس۔ایس بی ٹیسٹ / انٹرویو۔
۳۔ حتمی انتخاب جی۔ایچ۔کیو۔ سلیکشن بورڈ کرے گا۔

۲۔ نااہل امیدوار

الف۔ جنہیں آئی ایس ایس بی یا سینٹرل سلیکشن بورڈ، جی۔ایچ۔کیو نے دوبار مسترد یا اسکرین آؤٹ کر دیا ہو۔

ب۔ جنہیں پہلے ہی جی۔ایچ۔کیو سلیکشن بورڈ نے دو مرتبہ یا آئی ایس ایس بی نے ایک مرتبہ اور جی۔ایچ کیو سلیکشن بورڈ نے ایک مرتبہ مسترد کر دیا ہے۔

ج۔ جنہیں اپیل میڈیکل بورڈ نے بری فوج / بحریہ / فضائیہ کے لئے ماضی میں جسمانی طور پر نااہل قرار دیا ہو (جن امیدواروں کو عام میڈیکل بورڈ نے نااہل قرار دیا ہو وہ درخواست دے سکتے ہیں لیکن ایسے اُمیدواروں کا اپیل میڈیکل بورڈ پھر سے طبی معائنہ کرے گا)

د۔ جنہیں نااہلی یا ڈسپلن کی بنا پر افواج پاکستان یا اُن کے کسی ٹریننگ اسٹیبلشمنٹ سے خارج / برطرف کر دیا گیا ہو۔

ف۔ جنہیں کسی قانونی عدالت نے کسی اخلاقی جرم میں ملوث ہونے کے باعث مجرم قرار دیا ہو۔

۳۔ کمیشن

حتمی طور پر منتخب ہونے والے امیدواروں کو آرمی ایجوکیشن کور میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کے عہدہ پر شارٹ سروس کمیشن دیا جائے گا۔

۴۔ درخواستیں دینے کا طریقہ

درخواستیں مندرجہ ذیل دستاویزات کے ساتھ جی۔ایچ۔کیو اے جی برانچ۔ پی۔اے ڈائریکٹوریٹ، پی۔اے۔۳۔(بی) راولپنڈی کو ارسال کر دی جائیں۔

الف۔ چار تصدیق شدہ پاسپورٹ سائز تصویریں۔
ب۔ ڈی۔پی۔اے۔ جی۔ایچ۔کیو راولپنڈی کے نام پانچ روپے کا کراسڈ پوسٹل آرڈر۔
ج۔ تعلیمی سرٹیفکیٹس، ڈگری (معہ میٹرک سرٹیفکیٹ) کی دو دو فوٹو کاپیاں / تصدیق شدہ کاپیاں۔
د۔ سرکاری ملازمین اپنے ادارہ کی وساطت سے درخواستیں بھیجیں۔
ف۔ آزاد کشمیر کے شہری اور اسٹیٹ سبجیکٹ کلاس I کی صورت میں پشتنی سرٹیفکیٹ

۵۔ **فارم** درخواست کے فارم تمام اسٹیشن ہیڈ کوارٹرز اور آرمی سلیکشن اینڈ ریکروٹمنٹ مراکز سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

جی ایچ کیو میں درخواستیں وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۸۵ء

PID/Islamabad. ADGROUP

ابو عمار فاروقی
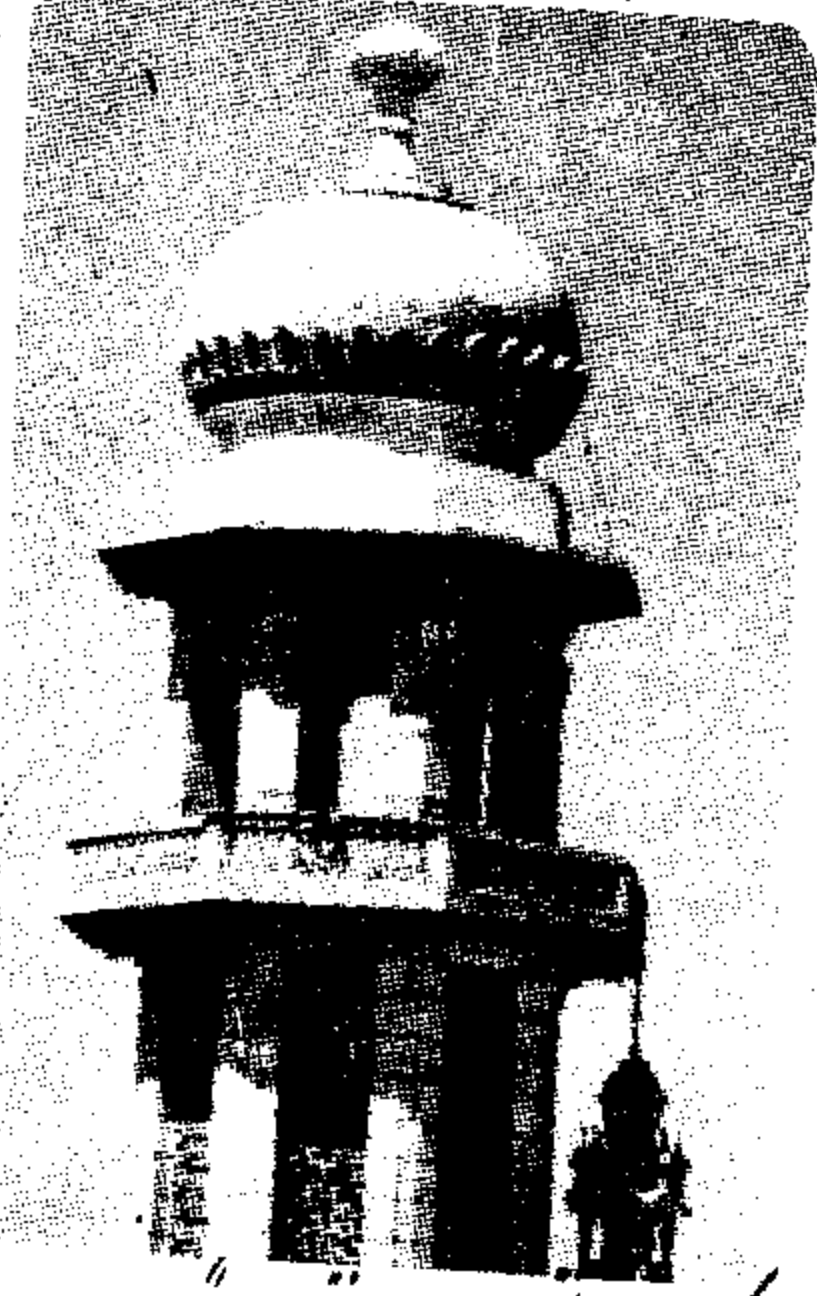
انتخابی مہم کی جھلکیاں

۲۵ فروری۔ قومی اسمبلی کے انتخابات کا دن تھا نوشہرہ کی پوری تحصیل جو تقریباً چار سو دیہات، قصبوں اور شہروں پر مشتمل ہے۔ کئی سو مربع میل پر مشتمل یہ قومی اسمبلی کا ایک ہی حلقہ ہے اور تقریباً آٹھ لاکھ آبادی ہے جس میں حضرت شیخ الحدیث کے مخلصین و معتقدین تلامذہ اور دار العلوم کے فضلاء اور مخلص ورکر مصروف کار تھے۔ یوں فروری کا سارا مہینہ جلسے، جلوسوں، اجتماعات اور استقبالیوں کی شکل میں تحصیل نوشہرہ کے غیور مسلمانوں نے ایک بار پھر اکبر پورہ سے لے کر نظام پور تک دین اسلام کی عظمت اور بالادستی کے لئے ایک زبردست تحریک چلادی۔ اور مہینہ بھر تحصیل کی فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونجتی رہی۔

کنویسنگ کے دوران ہر جگہ حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادگان مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوار الحق صاحب کے پرتپاک اور شاندار استقبال ہوتے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے روزانہ کم از کم دس پندرہ دیہات کا دورہ کیا اور اجتماعات سے خطاب کیا۔ وہ حسب سابق اس دفعہ بھی حضرت مدظلہ العالی کے الیکشن ایجنٹ اور اس طرح پوری انتخابی مہم کے انچارج تھے۔

تقریباً ایک سو بیس پولنگ سٹیشنوں سے نتائج آنا جاری تھے کہ اکوڑہ خٹک ملحقات اور علاقہ بھر سے آئے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں نے حضرت شیخ الحدیث کے گھر جاکر مبارکباد دی اور ایک بڑے جلوس کی شکل میں انہیں دار العلوم لایا گیا۔ پٹھانوں کے دستور کے مطابق خوشی میں کارکنوں کی مسلسل فائرنگ سے عجب سماں بندھ گیا تھا عقیدت مندوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ دار الحدیث اور دار العلوم کے صحن میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی مولانا سمیع الحق صاحب دفتر اہتمام میں چار گھنٹے تک کھڑے رہے اور مہمانوں سے مصافحہ کرتے رہے۔ ادھر شیخ الحدیث مدظلہ دار الحدیث میں تشریف فرما ہوئے۔ اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی تقریر کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے حاضرین سے ولولہ انگیز خطاب فرمایا جو گذشتہ الحق میں انتخابی ارشادات کے عنوان سے شائع کر دیا گیا ہے۔

★ ۲۶ فروری۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی کامیابی کی خبر سنتے ہی صبح سات بجے سے تحصیل نوشہرہ، پشاور، مردان، چارسدہ، کوہاٹ، بنوں، دیر، چترال، سوات اور صوبہ بھر سے عقیدت مندوں اور مخلصین کا ایک

سیلاب تھا جو اُمڈ آیا۔ دس پندرہ دن تک موٹروں اور بسوں، ٹرکوں، ٹرالیوں اور پیادہ جلوس کے جلوس آتے رہے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دارالحدیث میں تشریف فرما تھے۔ مردان، چارسدہ اور شیرگڑھ کے بڑے دینی مدارس اور دارالعلوموں میں تعطیل ہوئی۔ اساتذہ، طلبہ اور محبین قافلوں کی صورت میں آتے رہے، وہی خوش نصیب تھا جس نے حضرت کو ایک نظر دیکھ لیا اور ایسے لوگ اپنے کو زیادہ سعادت مند سمجھتے جنہیں حضرت مدظلہ سے مصافحہ کا موقع مل جاتا۔ ۲۶ر فروری کے بعد ہفتوں یہی کیفیت رہی۔ مبارک باد کی غرض سے آنے والے قافلے جونہی دارالعلوم میں داخل ہوتے خوشی میں نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ ساتھ پٹھانوں کی روایات کے مطابق ان کی بے پناہ فائرنگ سے آسمان گونج اٹھتا۔ ملک کے دور دراز حصوں سے آنے والے مہمان اس رسم سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اچانک دھماکہ خیز فائرنگ کی وجہ سے سہم جاتے اور تحیّر میں دبک کر رہ جاتے۔

ملک بھر سے آنے والے ان مہمانوں میں کثرت سے آنے والے افغان مجاہدین اور ان کے قائدین بھی تھے آمد کا عجیب اور دلکش منظر اور اس سے جو سماں بندھتا تحریر کے ذریعے اس کا عشر عشیر بلکہ سواں حصہ بھی نہیں دکھایا جا سکتا۔ مبارک باد کے پرمسرت موقعہ پر افغان مجاہدین کے قافلے بھی پٹھانوں کی روایت کے مطابق دارالعلوم میں داخل ہوتے ہی نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ ساتھ پستول، بندوق، ریوالور، مشین گن، کلاشنکوف اور جدید ترین اسلحہ جات سے ایک منظم طریقہ سے فائرنگ جاری رکھتے۔ حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے مولانا محمد نبی محمدی اور مولانا نصر اللہ منصور اور دیگر حضرات کے علیحدہ علیحدہ قافلوں کی صورت میں تشریف آوری کے موقعہ پر ایسا سماں بندھا کہ دارالعلوم کی بزم علم و ہدایت رزم گاہ حق و باطل کا منظر پیش کرنے لگتی۔

۱۰ مارچ۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری تھا کہ دس مارچ کو مدیر الحق مولانا سمیع الحق سینیٹ کے لئے صوبۂ سرحد سے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہو گئے۔ ابھی سرکاری اعلان نہیں ہوا تھا کہ صبح کے اخبارات کی شہ سرخیوں سے شہر اور اطراف میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً پھیل گئی۔ چند لمحوں میں شہر اکوڑہ اور گرد و نواح سے آنے والے لوگوں کا دارالعلوم میں بے پناہ اژدحام ہو گیا۔ ابھی صبح کے نو بجے تھے۔ ابھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ گھر سے تشریف نہیں لائے تھے۔ مولانا سمیع الحق کی خواہش تھی کہ وہ خود حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں وہیں ان کے گھر حاضر ہو کر سینیٹ میں کامیابی کی بشارت اور مبارک باد پیش کر دیں۔ مگر احباب مخلصین اور تمام حاضرین نے ان کو روک لیا اور ایک عظیم الشان جلوس کی شکل میں جی ٹی روڈ اور شہر کے بازاروں سے ہوتے ہوا انہیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ حضرت مدظلہ کو جب جلوس کی خبر پہنچی تو آپ قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد شیخ الحدیث) میں تشریف لے آئے تو ایک عظیم الشان جلسہ کی صورت بن گئی۔ ابتدائی کارروائی کے بعد مولانا عبدالقیوم حقانی نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے احباب و مخلصین اور تمام حاضرین کے

پرخلوص جذبات اور خلوص و محبت کا شکریہ ادا کیا۔ اور نفاذِ اسلام کے لئے بھرپور جد و جہد کے عزائم کا اعلان کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طویل دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اور اسی روز بھر سے صوبہ سرحد اور ملک بھر سے مخلصین و محبین اور مہمانوں کے قافلے مبارکباد کے لئے آتے رہے آنے والے مہمانوں میں اکابر علماء، مشائخ، دینی مدارس اور کالج کے طلبہ و اساتذہ، قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران، سرکاری افسران، سیاسی رہنما، وزراء غرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ اور مولانا سمیع الحق صاحب کے قومی اسمبلی اور سینیٹ میں کامیابی پر ملک و بیرون ملک سے مخلصین اور احباب کے کثرت سے مبارکباد کے خطوط آرہے ہیں۔ ان حضرات کی کوشش یہ ہے کہ فرداً فرداً ہر ایک کو شکریہ کا جواب لکھا جائے۔ کثرتِ کار اور روزانہ کی بے شمار ڈاک کی وجہ سے جن احباب کو ابھی تک جواب نہیں پہنچ سکا یا ڈاک کی بے نظمی کی وجہ سے ضائع ہوگیا یا بہت سے وہ احباب جن کے پتے ان کے خطوط پر درج نہیں تھے۔ خاص طور پر ٹیلیگرام بھیجنے والے جن کے پتے معلوم نہ ہوسکے تو ایسے تمام خطوط لکھنے والے اور ٹیلی گرام بھیجنے والے احباب کا ہر دو حضرات شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعائیں پیش فرماتے ہیں۔ (عبدالقیوم حقانی)

تعارف و تبصرۂ کتب

ماہنامہ انوار مدینہ | مدیر مولانا محمد عبداللہ بھکر۔ صفحات ۴۸۔ قیمت فی شمارہ ۳ روپیہ۔ سالانہ ۳۰ روپے

پتہ۔ دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" محلہ عمر فاروق۔ بھکر

روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں کی صورت میں لٹریچر اور رسائل کی بہتات ہے شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس پر کچھ لکھا اور شائع نہ کیا جا رہا ہو۔ ایران کے حالیہ خمینی انقلاب کے بعد "الاسلام" کے ایک اہم باب حضرات صحابہ رض جو "الدین" کا ایک مستقل باب اور اس کی تکمیل کا پیش خیمہ ہیں کو ایک خاص منصوبہ بندی اور مہم کے ساتھ تاریک ثابت کرنے کی کوششیں تیز تر کر دی گئی ہیں۔

شدید ضرورت تھی کہ عداوت صحابہ رض کے اس سیاہ طوفانی ریلے کے خلاف دفاع صحابہ رض کا مضبوط بند باندھا جائے۔ اس فرض کی تکمیل کے ایک بہت بڑے حصے کی سعادت مولانا محمد عبداللہ صاحب کے حصہ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں "انوار مدینہ" کے نام سے دفاع صحابہ رض کے مشن پر ایک مستقل پرچہ جاری کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی۔

ہمارے سامنے اس وقت انوار مدینہ کا نقش اول (پہلا پرچہ) جو ہر لحاظ سے علمی، ادبی، معیاری اور دیدہ زیب ہے۔ ابتدائی آٹھ صفحات میں اداریہ کے علاوہ اکابر علماء ملت کے تقریظات ہیں۔ دفاع صحابہ رض کے عنوان سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے اہم مضمون اور پیغام کے علاوہ مولانا عبدالشکور لکھنوی کے ماہنامہ "النجم" سے سنی شیعہ کے مذہبی نام کی تحقیق کے عنوان سے ایک گرانقدر و تحقیقی مقالہ شامل اشاعت ہے دیگر مضامین بھی معیاری علم و ادب کے حامل ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے مدیر انوار مدینہ کے نام اپنے پیغام میں فرمایا:۔

"حق کے علمبرداروں (جماعت صحابہ رض) کا دفاع خود خالق ارض و سماء کا پسندیدہ موضوع ہے اس موضوع کو حضور ص کے اقوال و احوال میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس مبارک موضوع پر کام کرنے کی توفیق بھی اسے ملتی ہے جسے خدا کے حضور مقبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ دفاع صحابہ رض کے عنوان پر اہل بھکر کا یہ اقدام ہر لحاظ سے مستحسن اور قابل تبریک ہے کہ وہ اشاعت اور لٹریچر کے اس دور میں وسائل کی کمی کے باوجود عظمت صحابہ کا جھنڈا لے کر

صحافت کی خاردار اور دشوار گذار گھاٹی میں اُترے ہیں۔"

(عبدالقیوم حقانی)

سہ ماہی "تبیان" | مدیر مولانا محمد ادریس صاحب حقانی۔ زیر سرپرستی شیخ الحدیث مولانا محمد احمد صاحب
قیمت فی شمارہ ۵۰-۲ روپے۔ سالانہ چندہ ۱۰ روپے۔ پتہ: دفتر تبیان۔ دارالعلوم اسلامیہ عربیہ شیر گڑھ ضلع مردان

دارالعلوم اسلامیہ عربیہ شیر گڑھ سرحد کے ان اہم دینی مدارس میں ایک ہے جنہیں تعلیمی معیار میں مقبولیت اور ایک خصوصی امتیاز حاصل رہا ہے تبلیغی سرگرمیوں میں اشاعت اور تصنیف کی شدید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اب دارالعلوم شیر گڑھ نے ایک سہ ماہی رسالہ "تبیان" کے اجراء کا فیصلہ بھی کر لیا ہے۔ "تبیان" کا نقش اول (پہلا پرچہ) ہمارے سامنے ہے۔ مولانا محمد ادریس حقانی فاضل دارالعلوم حقانیہ کی ادارت اور شیخ الحدیث مولانا محمد احمد صاحب کی سرپرستی میں علمی ادبی اور آسان وسلیس اردو تحریر کا یہ حسین گلدستہ واقعتہً قابل قدر ہے۔ مولانا محمد احمد صاحب کے افادات، از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہیں۔ اداریہ نفاذِ اسلام میں تاخیر کیوں؟ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کے اہم اور وقیع مضامین ہیں۔ امید ہے کہ قارئین دارالعلوم عربیہ شیر گڑھ کے اس اقدام کی حوصلہ افزائی کر کے علم نوازی کا ثبوت دیں گے۔

(عبدالقیوم حقانی)

خمینی ازم اور اسلام | تالیف۔ ابوریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی۔ صفحات ۱۹۸۔ قیمت پندرہ روپے
پتہ:- اشاعت المعارف۔ ریلوے روڈ فیصل آباد۔

ایرانی انقلاب کے بعد جس خاص منصوبہ بندی کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین جان نثار مہاجرین و انصار، حضراتِ صحابہؓ کے خلاف سب وشتم کردار کشی اور بہتان طرازی کی جو زبردست مہم جاری ہے اور وسیع پیمانے پر لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے۔ پروپیگنڈے کے زبردست زور سے ایران کے سیاسی اور رسوائی انقلاب کا اسلامی انقلاب باور کرایا جا رہا ہے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے زیر تبصرہ کتاب میں عظمتِ صحابہؓ کے دفاع اور تحفظ کے ساتھ ساتھ ایران کے خمینی انقلاب کا تجزیہ، پس منظر، پیش منظر، مضمرات اور امت وملت کے لئے اس کے خطرات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور خمینی کے خطرناک عزائم سے پردہ اٹھایا ہے۔ اور حصہ دوم میں مولانا محمد منظور نعمانی کے تحقیقی اور لاجواب مقالے " امام خمینی اور شیعیت " کو شامل فرمایا ہے جس سے کتاب کی افادیت دوبالا ہو گئی ہے طباعت عمدہ اور قیمت واجبی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے۔ (ادارہ)